بسم اللہ الرحمن الرحیم

بفیضان نظر

قطب الہند غوث دکن حضرت العلامہ الحاج سیدنا میر شجاع الدین حسین قادری چشتی نقشبندی ثانی رحمۃ اللہ علیہ

مدیر اعزازی: مولانا ابوالقاسم سید شاہ عبیداللہ قادری آصف پاشاہ

سجادہ نشین بارگاہ و دارالعلوم شجاعیہ، متولی و خطیب جامع مسجد شجاعیہ چادر گھاٹ

ماہنامہ

صدائے شجاعیہ

حیدرآباد

علمی، ادبی و سماجی ترجمان

APRIL
2025

چیف ایڈیٹر: سید محمد ابراہیم حسین قادری

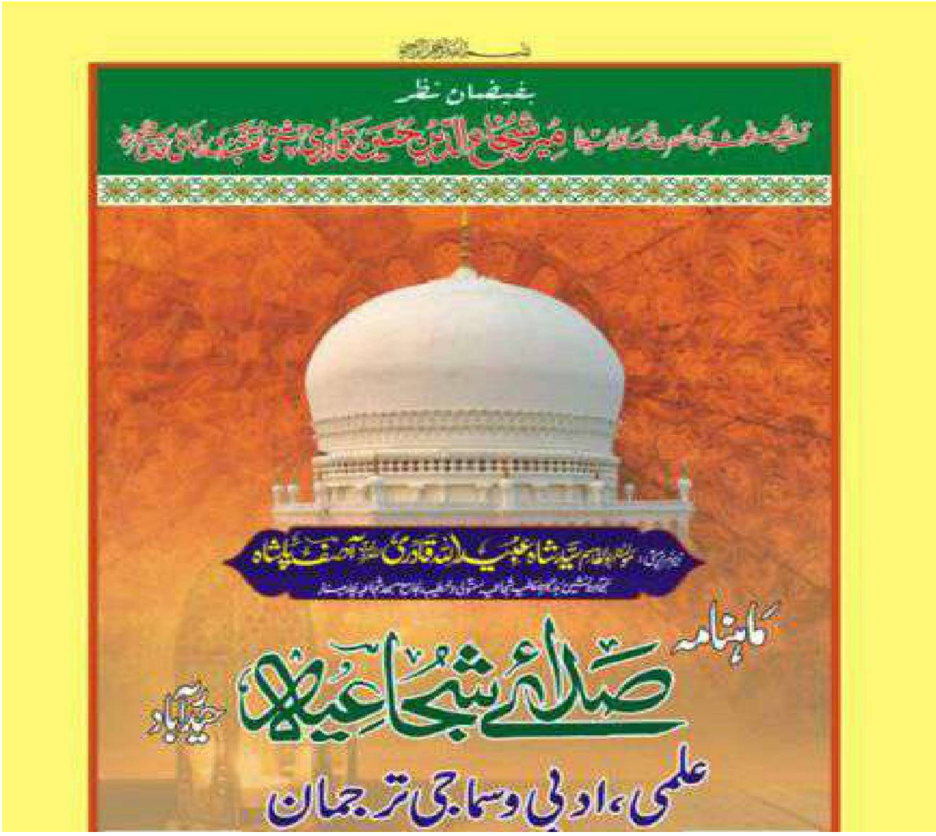

VOLUME No. 4 ISSUE No. 59 PAGES 64 PRICE Rs. 5/-

APRIL 2025

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں

PRESS LINE: SADA E SHUJAIYA URDU MONTHLY

Edited, Printed, Published & Owned by : SM IBRAHIM, Print at: Aijaz Printing Press S.No. 22-8-81, Chatta Bazar, Hyderabad. Published from:Office Shujiya Times D.No.22-5-918/15/A, Charminar Hyderabad-2. **Managing Editor: Mumtaz Ahmed.**

بسم الله الرحمن الرحيم

بلغ العلى بكماله
كشف الدجى بجماله
حسنت جميع خصاله
صلوا عليه وآله

فہرست مضامین

نمبر شمار			صفحہ نمبر
۱	حمد		4
۲	نعت شریف		5
۳	اداریہ	مولانا سید ابراھیم پاشاہ قادری صاحب	6
۴	سورۃ الفاتحہ کا مختصر خلاصہ	مولانا سید انوار اشرفی سرگپوئی	7
۵	رمضان المبارک کے بعد زندگی کیسی ہو؟	مفتی سید ضیاء الدین نقشبندی صاحب	11
۶	انسانی حقوق کا بنیادی تصور	مولانا شرف الدین صاحب	18
۷	مولائے کائنات حضرت علیؓ		24
۸	سفر آخرت کی تیاری	مولانا عبد القدیر نظامی	32
۹	آخرت کے احوال ۔۔۔	مولانا شاکر صاحب	37
۱۰	ماہ شوال المکرّم اور ہمارا معاشرہ	مولانا نصرت حسین زبیر ہاشمی صاحب	43
۱۱	تعلیم اور مسلمان	مولانا سلیم صدیقی نظامی	46
۱۲	نئی نسل کے تحفظ کا مسئلہ	ماخوذ	53
	مسلم مخالف وقف ترمیمی بل 2024		61

''صدائے شجاعیہ'' ملنے کا پتہ

خانقاہ شجاعیہ عقب جامع مسجد شجاعیہ چار مینار حیدرآباد۔تلنگانہ

حمد باری تعالیٰ

پروردگارِ عالم تیرا ہی ہے سہارا
تیرے سوا جہاں میں کوئی نہیں ہمارا
نوحؑ کا سفینہ تو نے طوفان سے بچایا
دنیا میں تو ہمیشہ بندوں کا کام آیا
مانگی خلیلؑ نے جب تجھ سے دعا خدایا
آتش کو تو نے نورِ ایک گلستاں بنایا
ہر التجا نے تیری رحمت کو ہے ابھارا
پروردگارِ عام تیرا ہی ہے سہارا
یونسؑ کو تو نے مچھلی کے پیٹ سے نکالا
تو نے ہی مشکلوں میں ایوبؑ کو سنبھالا
الیاسؑ پر کرم کا کیا تو نے گہرا اجالا
ہے دو جہاں میں یارب تیرا ہی بول بالا

نعت شریف

بنا دیدار کے کچھ اس طرح سے جی رہے ہیں ہم
کہ سانس چل رہی ہیں زندگی پائی نہیں جاتی
وہ نزدیک رگ جان سامنے ہے ساتھ ہے لیکن
ہر ایک کے سامنے چادر یہ سرکائی نہیں جاتی
محبت داستان دل ہے سمجھائی نہیں جاتی
زبان کیفیت ضرر میں لائی نہیں جاتی
یہ اقامت ہمیں پیغام سفر دیتی ہے
زندگی موت کے آنے کی خبر دیتی ہے
مقام یوں ہوا اس کا نگاہ دنیا میں
کہ جیسے دن کو مسافر سرا میں آ کے چلے
جان و مال کی عظمت کا ذکر کیا کرے سالم
جان میں خدا خود ہے اور مصطفیٰ دل میں

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

الحمد للہ! کیا روزے دار رمضان کے بعد بھی اسی حالت پر رہتا ہے جس پر وہ رمضان المبارک میں تھا؟ یا وہ اس عورت کی طرح کرتا ہے جس نے سوت کاتا اور کاتنے کے بعد پھر اسے توڑ ڈالا؟ ☆ کیا وہ جو رمضان المبارک میں روزہ دار، اور قرآن مجید کا قاری اور تلاوت کرنے والا، اور صدقہ وخیرات کرنے والا، راتوں کو قیام کرنے والا اور بھلائی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والا تھا۔ ☆ کیا وہ رمضان کے بعد بھی اسی حالت پر رہے گا یا کہ کسی اور راہ یعنی شیطان کے راستے کا راہی بنتا ہوا معاصی وگناہوں کا ارتکاب کرنے لگے گا جو اللہ ورحمٰن کے غضب کا باعث ہوں؟ بلا شبہ رمضان کے بعد مسلمان کا اعمال صالح کرنے پر صبر کرنا اور اسی حالت پر باقی رہنا اللہ کریم ومنان کے یہاں رمضان المبارک کے روزے قبول ہونے کی علامت ہے۔

اور رمضان المبارک کے بعد اعمال صالحہ ترک کرنا اور شیطان کے راستوں پر چلنا ذلت ورسواء اور حقارت وگھٹیا پن ہے۔ تعجب تو اس بات پر ہوتا ہے کہ بعض لوگ رمضان المبارک میں روزے رکھتے' قیام کرتے ہیں اور اللہ تعالی کے راستے میں صدقہ وخیرات بھی کرتے ہیں اور رب العالمین کی اطاعت بھی بہت زیادہ کرتے ہیں لیکن جیسے ہی رمضان المبارک کا مہینہ گزر جاتا ہے تو ان کی فطرت یکسر بدل جاتی ہے اور اپنے رب کے ساتھ ان اخلاق اور ہی ہو جاتا ہے آپ دیکھیں کہ وہ نہ تو نماز پڑھتا ہے اور نہ ہی اعمال صالحہ میں وہ کثرت اور تیزی رہتی ہے بلکہ ان میں قلت آ جاتی اور وہ ان سے بھاگنے لگتا ہے۔ مسلمان پر ضروری ہے کہ وہ رمضان المبارک کے بعد زندگی کا ایک نیا صفحہ کھولے جس میں اللہ تعالی کی طرف توبہ ورجوع اور ہر وقت اور ہر گھڑی میں اللہ تعالی کی اطاعت ومراقبہ کرتا رہے، تو اس طرح ہر مسلمان شخص کے لیے ضروری ہے کہ وہ مستقل طور پر اللہ تعالی کی اطاعت کرتا رہے اور ہر گناہ ومعصیت کے کام سے بچے اور رمضان المبارک میں جو اطاعات واللہ تعالی کا تقرب حاصل کرنے کی کوشش کرتا اسے رمضان کے بعد بھی جاری رکھے۔ اللہ ہم سب کو تا زندگی اس کی عبادت واطاعت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

فقط:۔ سید ابراہیم پاشاہ قادری صاحب

سورۃ الفاتحہ کا مختصر خلاصہ

مولانا سید انوار اشرفی سرگیوی صاحب بیجاپور

مقامِ نزول : یہ سورت مکی ہے اکثر علماء کے نزدیک سورہ فاتحہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سورہ فاتحہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے اور ایک قول یہ ہے : سورہ فاتحہ دو مرتبہ نازل ہوئی ،ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں اور دوسری مرتبہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔(تفسیر خازن،سورۃ الفاتحہ)

سورہ فاتحہ ترتیب تلاوت کے اعتبار سے قرآن مجید کی پہلی سورت اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے پانچویں سورت ہے اور پہلی منزل ہے اس سورت میں 1رکوع اور 7 آیتیں 25 کلمے اور 123 حروف ہیں۔اس سورت کی ابتداء اور اختتام پہلے پارے میں ہے۔

سورہ فاتحہ کے اسماء اور ان کی وجہ تسمیہ

کی وجہ تسمیہ : اس سورت کے متعدد نام ہیں اور ناموں کا زیادہ ہونا اس کی فضیلت اور شرف کی دلیل ہے،اس کے مشہور 15 نام یہ ہیں:(1) سورہ فاتحہ سے قرآن پاک کی تلاوت شروع کی جاتی ہے اور اسی سورت سے قرآن پاک لکھنے کی ابتداء کی جاتی ہے اس لئے اسے **فَاتِحَةُ الْكِتَاب** یعنی کتاب کی ابتداء کرنے والی کہتے ہیں۔(2) اس سورت کی ابتداء **اَلْحَمْدُ لِلّٰه** سے ہوئی،اس مناسبت سے اسے **سُوْرَةُ الْحَمد** یعنی وہ سورت جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی گئی ہے، کہتے ہیں۔(3-4) سورہ فاتحہ قرآن پاک کی اصل ہے،اس بناء پر اسے **اُمُّ الْقُرْآن** اور **اُمُّ الْكِتَاب** کہتے ہیں۔(5) یہ سورت نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے یا یہ سورت دو مرتبہ نازل ہوئی ہے اس وجہ سے اسے **اَلسَّبْعُ الْمَثَانِيْ** یعنی بار بار پڑھی جانے والی یا ایک سے زائد مرتبہ نازل ہونے والی سات آیتیں ، کہا جاتا ہے۔(6-7-8) دین کے بنیادی امور کا جامع ہونے کی وجہ سے سورہ فاتحہ کو **سُوْرَةُ الْكَنز**،**سُوْرَةُ الْوَافِيَه** اور **سُوْرَةُ الْكَافِيَه** کہتے ہیں۔(9-10) شفاء کا باعث ہونے کی وجہ سے اسے **سُوْرَةُ الشِّفَاء** اور **سُوْرَةُ الشَّافِيَه** کہتے ہیں۔(11 سے 15) یہ سورہ دعا پر مشتمل ہونے کی وجہ

سے اسے سُوْرَةُ الدُّعَاء، سُوْرَةُ تَعْلِيْمِ الْمَسْئَلَه، سُوْرَةُ السُّوَال، سُوْرَةُ الْمُنَاجَاة اور سُوْرَةُ التَّفْوِيْض بھی کہا جاتا ہے (تفسیر خازن۔ الاتقان فی اعلوم القرآن،)

سورہ فاتحہ کے فضائل: احادیث میں اس سورت کے بہت سے فضائل بیان کئے گئے ہیں، ان میں سے 4 فضائل درج ذیل ہیں:

(1) حضرت ابوسعید بن مُعلّٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں نماز پڑھ رہا تھا تو مجھے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے بلایا لیکن میں نے جواب نہ دیا۔ (جب نماز سے فارغ ہوکر بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم میں حاضر ہوا تو) میں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم، میں نماز پڑھ رہا تھا۔ تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: اِسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں حاضر ہو جاو جب وہ تمہیں بلائیں۔ (سورہ انفال۔ آیت۔ 24) پھر ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں تمہارے مسجد سے نکلنے سے پہلے قرآن کریم کی سب سے عظیم سورت نہ سکھاوں؟ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ لیا، جب ہم نے نکلنے کا ارادہ کیا تو میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم، آپ نے فرمایا تھا کہ میں ضرور تمہیں قرآن مجید کی سب سے عظمت والی سورت سکھاوں گا۔ ارشاد فرمایا: وہ سورت اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ہے، یہی سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا فرمائی گئی۔ (بخاری شریف، کتاب فضائل القرآن، باب ما جاء فی فاتحۃ الکتاب،)

(2) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: ایک فرشتہ آسمان سے نازل ہوا اور اس نے سیدالمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں سلام پیش کر کے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم، آپ کو اُن دو نوروں کی بشارت ہو جو آپ کے علاوہ اور کسی نبی کو عطا نہیں کئے گئے اور وہ دو نور یہ ہیں: (1) سورہ فاتحہ (2) سورہ بقرہ کی آخری آیتیں۔ (مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرہا، باب فضل الفاتحۃ۔) (3) حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تورات اور انجیل میں اُمُّ القُرآن کی مثل کوئی سورت نازل نہیں فرمائی۔ (ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ (الحجر) (4) حضرت عبد الملک بن عُمَیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سورہ فاتحہ ہر مرض کے لیے شفاء ہے۔ (شعب الایمان، التاسع عشر من شعب الایمان۔ فصل فی فضائل السور والآیات)

سورہ فاتحہ کے مضامین:۔ اس سورت میں یہ مضامین بیان کئے گئے ہیں:

(1) اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کا بیان ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ کے رب ہونے، اس کے رحمٰن اور رحیم

ہونے، نیز مخلوق کے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور قیامت کے دن ان کے اعمال کی جزاء ملنے کا ذکر ہے۔(3)صرف اللہ تعالیٰ کے عبادت کا مستحق ہونے اور اس کے حقیقی مددگار ہونے کا تذکرہ ہے۔(4) دعا کے آداب کا بیان اور اللہ تعالیٰ سے دین حق اور صراط مستقیم کی طرف ہدایت ملنے، نیک لوگوں کے حال سے موافقت اور گمراہوں سے اجتناب کی دعا مانگنے کی تعلیم ہے۔

یہ چند وہ چیزیں بیان کی ہیں جن کا سورہ فاتحہ میں تفصیلی ذکر ہے البتہ اجمالی طور پر اس سورت میں بے شمار چیزوں کا بیان ہے۔امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں :اگر میں چاہوں تو سورہ فاتحہ کی تفسیر سے ستر اونٹ بھرادوں۔(الاتقان فی علوم القرآن) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا یہ قول نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ایک اونٹ کتنے من بوجھ اٹھاتا ہے اور ہر من میں کتنے ہزارا جزاء ہوتے ہیں، ان کا حساب لگایا جائے تو یہ تقریباً پچیس لاکھ جز بنتے ہیں ، یہ فقط سورہ فاتحہ کی تفسیر ہے۔(فتاوی رضویہ،)

حضرت علامہ سید شاہ طاہر رضوی القادری صدر الشیوخ جامعہ نظامیہ حیدرآباد کے اقوال وافعال میں یہ قول تحریر ہے کہ سورۃ الفاتحہ قرآن حکیم کا خلاصہ ہے اور یہ سورت لوح محفوظ پر سب سے پہلے نازل ہوئی۔سورہ فاتحہ پڑھ کر دعا کی جائے تو مقبول بارگاہ الٰہی ہوتی ہے۔اس سورہ میں حمد باری تعالیٰ بھی ہے اور یوم آخرت کا تصور بھی اور ساتھ میں صراط المستقیم پر گامزن کرنے کی دعا ہے، اور ان لوگوں کی پناہ مانگی گئی جن پر اللہ کا غضب ہے۔(حالات ومقالات طاہر)

سورہ فاتحہ سے متعلق شرعی مسائل:

(1)نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے،امام اور تنہا نماز پڑھنے والا اپنی زبان سے سورہ فاتحہ پڑھے گا جبکہ مقتدی امام کے پیچھے خاموش رہے گا اور جہری نماز میں اس کی قراءت بھی سنے گا اور اس کا یہی عمل پڑھنے کے حکم میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں تلاوت کے وقت مقتدی کو خاموش رہنے اور قراءت سننے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: **وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ** (سورہ اعراف۔آیت۔204)ترجمہ :اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے غور سے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔اور حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے،حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔(ابن ماجہ، **کتاب الصلاۃ، باب اذا قرء الامام فانصتوا)**

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کا کوئی امام ہو تو امام کا پڑھنا ہی مقتدی کا پڑھنا ہے۔**(ابن ماجہ،کتاب الصلاۃ، باب اذا قرء الامام فانصتوا**)ان کے علاوہ اور بہت سی احادیث میں امام کے پیچھے مقتدی کے خاموش رہنے کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔

امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مناظرہ:

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: مدینہ منورہ کے چند علماء امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اس غرض سے آئے کہ وہ امام کے پیچھے مقتدی کی قراءت کرنے کے معاملے میں ان سے مناظرہ کریں۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ نے ان سے فرمایا: سب سے مناظرہ کرنا میرے لئے ممکن نہیں ،آپ ایسا کریں کہ مناظرے کا معاملہ اس کے سپرد کر دیں جو آپ سب سے زیادہ علم والا ہے تا کہ میں اس کے ساتھ مناظرہ کروں۔ انہوں نے ایک عالم کی طرف اشارہ کیا تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کیا یہ تم سب سے زیادہ علم والا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کیا میرا اس کے ساتھ مناظرہ کرنا تم سب کے ساتھ مناظرہ کرنے کی طرح ہے؟ انہوں نے کہا : ہاں۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اس کے خلاف جو دلیل قائم ہوگی وہ گویا کہ تمہارے خلاف قائم ہوگی؟ انہوں نے جواب دیا : ہاں۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اگر میں اس کے ساتھ مناظرہ کروں اور دلیل میں اس پر غالب آ جاوں تو وہ دلیل تم پر بھی لازم ہوگی؟ انہوں نے کہا : ہاں۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کیا: وہ دلیل تم پر کیسے لازم ہوگی؟ انہوں نے جواب دیا: اس لئے کہ ہم اسے اپنا امام بنانے پر راضی ہیں تو اس کی بات ہماری بات ہو گی۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ جب ہم نے ایک شخص کو نماز میں اپنا امام مان لیا تو اس کا قراءت کرنا ہمارا قراءت کرنا ہے اور وہ ہماری طرف سے نائب ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ بات سن کر سب نے اقرار کرلیا۔ کہ امام کے پیچھے مقتدی قراءت نہیں کرے گا (تفسیر کبیر، البقرۃ، تحت الآیۃ :)

(2) نماز جنازہ میں خاص دعا یاد نہ ہو تو دعا کی نیت سے سورہ فاتحہ پڑھنا جائز ہے جبکہ قراءت کی نیت سے پڑھنا جائز نہیں۔ (فتاوی عالمگیری) اس سورت کی پہلی آیت اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

اور آخری آیت یہ ہے صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ٥ ترجمہ: اُن لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا۔ ان کا نہیں جن پر غضب کیا گیا اور نہ گمراہوں کا۔ اس خلاصہ کے اختتام پر یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ موجودہ حالات میں جو اعتقادی عملی ودینی علمی برائیاں ہیں اس سب کا تذکرہ بحرالعلوم حضرت محمد عبدالقدیر حسرت صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن مجید کی تفسیر صدیقی میں سورہ فاتحہ کی تفسیر کے ضمن میں تحریر فرمایا ہے جو قابل مطالعہ وقابل عمل ہیں۔

رمضان کے بعد ہمارے اعمال کیسے ہو؟

مولانا مفتی حافظ سید ضیاء الدین نقشبندی صاحب

الحمدللہ! کیا روزے دار رمضان کے بعد بھی اسی حالت پر رہتا ہے جس پر وہ رمضان المبارک میں تھا؟ یا وہ اس عورت کی طرح کرتا ہے جس نے سوت کاتا اور کاتنے کے بعد پھر اسے توڑ ڈالا؟ ☆ کیا وہ جو رمضان المبارک میں روزہ دار، اور قرآن مجید کا قاری اور تلاوت کرنے والا، اور صدقہ و خیرات کرنے والا، راتوں کو قیام کرنے والا اور بھلائی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والا تھا۔

☆ کیا وہ رمضان کے بعد بھی اسی حالت پر رہے گا یا کہ کسی اور راہ یعنی شیطان کے راستے کا راہی بنتا ہوا معاصی و گناہوں کا ارتکاب کرنے لگے گا جو اللہ و رحمٰن کے غضب کا باعث ہوں؟ بلا شبہ رمضان کے بعد مسلمان کا اعمال صالح کرنے پر صبر کرنا اور اسی حالت پر باقی رہنا اللہ کریم و منان کے یہاں رمضان المبارک کے روزے قبول ہونے کی علامت ہے۔

اور رمضان المبارک کے بعد اعمال صالحہ ترک کرنا اور شیطان کے راستوں پر چلنا ذلت و رسواء اور حقارت و گھٹیا پن ہے، جیسا کہ حسن بصری رحمہ اللہ تعالی کا قول ہے: (وہ اس پر ذلیل ہوگیا تو اس کی نافرمانی شروع کردی اور اگر وہ اس کے ہاں عزت والے ہوتے تو وہ انہیں اس سے بچا لیتا) اور جب بندہ اللہ تعالی کے ہاں ذلیل و رسوا ہو جاتا ہے تو کوئی بھی اس کی عزت نہیں کرتا۔ اللہ سبحانہ و تعالی کا فرمان ہے: } جسے اللہ عزوجل ذلیل کردے اسے کوئی بھی عزت دینے والا نہیں ہے{ الحج (18)۔

تعجب تو اس بات پر ہوتا ہے کہ بعض لوگ رمضان المبارک میں روزے رکھتے' قیام کرتے ہیں اور اللہ تعالی کے راستے میں صدقہ و خیرات بھی کرتے ہیں اور رب العالمین کی اطاعت بھی بہت زیادہ کرتے ہیں لیکن جیسے ہی رمضان المبارک کا مہینہ گزر جاتا ہے تو ان کی فطرت یکسر بدل

جاتی ہے اوراپنے رب کے ساتھ ان اخلاق اورہی ہوجاتا ہے آپ دیکھیں کہ وہ نہ تو نماز پڑھتا ہے اورنہ ہی اعمال صالحہ میں وہ کثرت اورتیزی رہتی ہے بلکہ ان میں قلت آجاتی اوروہ ان سے بھاگنے لگتا ہے۔وہ معاصی اورگناہ کا ارتکاب کرنے لگتا ہے اوروہ کئی انواع واقسام میں اللہ تعالی کی معصیت ونافرمانی کرنے لگتا اوراللہ مالک الملک جوکہ قدوس السلام بھی ہے کی اطاعت وفرمانبرداری سے دور بھاگتا ہے۔اللہ کی قسم وہ لوگ تو بہت ہی برے ہیں جواللہ سبحانہ وتعالی کوصرف رمضان المبارک میں ہی پہچانتے ہیں۔مسلمان پرضروری ہے کہ وہ رمضان المبارک کے بعد زندگی کاایک نیا صفحہ کھولے جس میں اللہ تعالی کی طرف توبہ ورجوع اور ہروقت اور ہر گھڑی میں اللہ تعالی کی اطاعت ومراقبہ کرتا رہے،تواس طرح ہر مسلمان شخص کے لیےضروری ہے کہ وہ مستقل طور پراللہ تعالی کی اطاعت کرتا رہے اور ہرگناہ ومعصیت کے کام سے بچے اوررمضان المبارک میں جواطاعات واللہ تعالی کاتقرب حاصل کرنے کی کوشش کرتا اسے رمضان کے بعد بھی جاری رکھے۔اللہ جل جلالہ کافرمان ہے:}دن کے دونوں حصوں میں نماز کی پابندی کرتے رہو اوررات کی گھڑیوں میں بھی نماز پڑھا کرو یقیناً نیکیاں برائیوں کومٹاڈالتی ہیں، یہ نصیحت حاصل کرنے والوں کے لیے ہی نصیحت ہے{ھود(114)۔

اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:(اور برائی کے بعد میں نیکی کیا کرواس برائی کو وہ ختم کردے گی،اورلوگوں سے حسن اخلاق سے پیش آیا کرو)۔

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ اللہ تعالی نے مخلوق کوجس مقصد کے لیے پیدا فرمایا ہے وہ صرف اورصرف اپنی وحدہ لاشریک کی عبادت ہے، جوکہ ایک عظیم بلند اوراعلی مقصد ہے، اوروہ یہی ہے کہ ہم عبودیت صرف اللہ عزوجل کی بجالائیں۔ہم دیکھتے ہیں کہ رمضان المبارک میں یہ کام بہت اچھے انداز میں ہوتا ہے اورلوگ جوق درجوق اکیلے اورگروپوں میں مساجد کا رخ کرتے ہیں، وہ فرائض کی ادائیگی میں بھی وقت کی پابندی کرتے اورصدقہ وخیرات کرنے پرحریص ہوتے ہیں۔نیکی وبھلائی اورخیر کے کاموں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے اوران میں جلدی کرتے ہیں اوراسی چیز میں سبقت لے جانے والوں کوسبقت لے جانی چاہیے،اورایسا کام کرنے والے عنداللہ ماجور ہیں۔لیکن اب ایک چیز باقی ہے کہ اس نیکی اور بھلائی پر دنیا وآخرت کی زندگی میں کون ثابت قدم رہتا ہے اوراللہ تعالی کسے ثابت قدمی عطا کرتا ہے،تورمضان المبارک کے بعد اللہ تعالی جسے اعمال صالحہ

پر ثابت قدم رکھے اس کے لیے بہت بڑی کامیابی ہے۔
اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے :} تمام تر صاف ستھرے کلمات اسی کی طرف چڑھتے ہیں اور نیک و صالح اعمال ان کو بلند کرتا ہے جولوگ برائیوں کے داؤ گھات میں لگے رہتے ہیں ان کے لیے سخت تر عذاب ہے اور ان کا مکر برباد ہو جائے گا{ فاطر (10)۔
اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ اعمال صالحہ اللہ تعالی کے قرب کا سب سے بڑا ذریعہ ہیں ، پھر یہ بھی ہے کہ جو رب رمضان المبارک کا ہے وہی رب شوال المکرّم اور جمادی الاولی اور شعبان وذی الحجہ اور محرم اور صفر اور باقی سارے مہینوں کا بھی ہے۔ اس اس لیے کہ اللہ تعالی نے ہمارے جو عبادت مشروع کی ہے وہ اسلام کے پانچ ارکان میں ہے جن میں رمضان المبارک کے روزے بھی ہیں جو ایک معین وقت میں آتے ہیں ، تو اس طرح باقی ارکان حج زکاۃ ونماز وغیرہ میں بھی ہم اللہ تعالی کے سامنے جواب دہ ہیں۔ لھذا ہمیں وہ بھی کما حقہ ادا کرنا ضروری ہیں تاکہ اللہ تعالی کی رضا حاصل ہو اور پھر ہمیں اس کی کوشش کی کرنی چاہئے کہ اللہ تعالی نے ہمیں جس مقصد کے لیے پیدا فرمایا ہے وہ بھی پورا ہو۔ اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے :} اور میں نے تو جنوں اور نسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے ہی پیدا فرمایا ہے{ الذاریات (56)۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے صحابہ کرامؓ کو نیکی اور بھلائی کے کاموں میں سبقت لے جانے اور ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی رہنمائی کرتے ہوئے کچھ اس طرح فرمایا: کچھ درہم دینار سے بھی سبقت لے جاتے ہیں- اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے : اللہ تعالی توبہ صرف انہی لوگوں کی قبول فرماتا ہے جو نادانی اور جہالت کی بنا پر کوئی عمل کر بیٹھتے ہیں اور پھر جلد ہی اس سے توبہ بھی کرتے ہیں اور اس سے باز آجاتے ہیں تو اللہ تعالی بھی ان کی توبہ قبول کرتا ہے، اللہ تعالی بڑے علم والا اور حکمت والا ہے۔
ان کی توبہ قبول نہیں جو برائیاں کرتے چلے جائیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آجائے تو کہہ دے کہ میں نے اب توبہ کی اور ان کی توبہ بھی قبول نہیں جو کفر پر ہی مرجائیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے ہم نے المناک عذاب تیار کر رکھا ہے{ (17-18)۔ تو اس لیے متقی وصاف شفاف مومن کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالی سے ڈرتا رہے اس کا تقوی اختیار کرے اور اللہ تعالی کی اطاعت وفرمانبرداری پر حرص رکھے اور ہر وقت و ہمیشہ کیلیے خیر و بھلائی' امر بالمعروف اور نہی عن

المنکر میں مشغول رہے۔مومن کے زندگی کے ایام وشب خزانے کی طرح ہیں وہ دیکھے کہ اس نے اس میں کیا کچھ اضافہ کیا اور جمع کررکھا ہے اگر اس نے ان ایام وشب کے اندر نیکی وبھلائی کے کام کرکے اپنے زخیرہ میں نیکیوں کا اضافہ کیا تو یہ شب وروز اس کے حق میں گواہی دیں گے اوراگراس نے اس کے علاوہ کچھ اور کیا تو وہ سب کچھ اس پر وبال ہوگا۔

علماء کرام رحمہم اللہ تعالی کا قول ہے کہ: قبول اعمال کی علامت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی نیکی اوراعمال صالحہ کے بعد اور نیکی کرنے کی توفیق دیتا ہے تو اس طرح نیکی بِھن بھِن کی آوازیں لگاتی ہے، اور برائی بھی بِھن کی بھِن کی آوازیں لگا کراپنی دوسری برائی کو دعوت دیتی ہے۔

اس لیے جب اللہ تعالی بندے کی رمضان المبارک میں کی ہوئی عبادت کو شرف قبولیت بخشتا ہے اورانسان اس رمضانی مدرسہ اور ورکشاپ سے مستفید ہوتا اوراللہ تعالی کی اطاعت وفرمانبرداری پر استقامت اختیار کرتا ہے تو پھر وہ بھی اس قافلے میں شامل ہوتا ہے جن کی عبادت ودعا اللہ تعالی نے قبول فرمالی: اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان کچھ اس طرح ہے:} واقعی جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب و پروردگار اللہ تعالی ہے اور پھر اسی پر قائم رہے ان کے پاس فرشتے نازل ہوتے (اور یہ کہتے ہیں) کہ تم پر کچھ بھی اندیشہ نہیں اور غم بھی نہ کرو بلکہ اس جنت کی بشارت سن لو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔تمہاری دنیوی زندگی میں بھی ہم تمہارے رفیق تھے اورآخرت میں بھی رہیں گے، جس چیز کو تمہارا جی چاہے اور جو کچھ تم مانگو سب کچھ تمہارے لیے (جنت میں) ہے { فصلت(30-31)۔

اورایک دوسرے مقام پر اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان کچھ اس طرح ہے:} بلاشبہ جن لوگوں نے یہ کہہ دیا کہ ہمارا رب و پروردگار اللہ تعالی ہے اور پھر اس پر استقامت اختیار کرلی نہ تو ان پر کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے{الاحقاف(13)۔تو اس طرح استقامت کا یہ قافلہ ایک رمضان سے لیکر دوسرے رمضان تک چلتا رہتا ہے اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے: (نماز دوسری نماز تک اور رمضان دوسرے رمضان تک اور حج دوسرے حج تک جب تک کبیرہ گناہوں سے بچا جاتا رہے تو (یہ سب کچھ) صغیرہ گناہوں سے کفارہ بن جاتی ہیں)۔اوراسی طرح اللہ سبحانہ وتعالی کا بھی ایک مقام پر کچھ اس طرح فرمان

ہے: اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو گے جن سے تم کو منع کیا جاتا ہے تو ہم تمہارے چھوٹے گناہ معاف کر دیں گے{النساء • (31)}۔

اس لیے مومن کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی عاقل وبالغ ہونے کے پہلے دن سے لیکر اپنے آخری سانسوں تک استقامت کے قافلہ اور نجات کی کشتی میں سوار رہے، تو اس طرح وہ لا الہ الا اللہ کے سایہ چلے گا اور اللہ تعالی کی نعمتوں کا سایہ حاصل کرے گا۔ کیونکہ یہی دین حق ہے اور اللہ تعالی نے ہم پر رمضان المبارک میں استقامت اختیار کرنے کا احسان بھی کیا ہے اور وہی ہے جو ہم پر اپنی عطا وفیض کا انعام اور فضل کرم کرتا اور ہمیں عزت سے نوازتا ہے کہ ہم رمضان کے بعد بھی اس کی اطاعت وفرمانبرداری اور عبادت کرتے رہیں۔

اس لیے ہمارے مسلمان بھائی آپ یہ مت بھولیں کہ اللہ تعالی نے آپ کو رمضان المبارک میں اعتکاف اور صدقہ وخیرات اور رمضان کے روزے رکھنے کی توفیق دے کر احسان فرمایا اور آپ پر یہ بھی احسان کیا کہ آپ اللہ تعالی سے دعا کرتے اور اسے اللہ تعالی نے شرف قبولیت بخشا۔ بھائی آپ یہ بھی نہ بھولیں کہ یہ نیکیاں اور یہ توفیق ایسی چیز ہے جس کا آپ اس کا خیال رکھنا ضروری ہے اور اس کی حفاظت کرنا بھی نہ بھولیں اس لیے اس کی حفاظت کا حق ادا کریں لھذا ان نیکیوں کو برائیوں اور باطل اعمال کے ذریعے ختم نہ کریں، اس لیے آپ خیر و بھلائی کا بیج بونے کی کوشش کریں اور سعادت وفلاح کامیابی کے راستے پر چلتے ہوئے استقامت اختیار کریں جس سے آپ کو اللہ تعالی اور دار آخرت حاصل ہوگا۔

تو پھر اس وقت آپ کو یہ کہا جائے گا کہ آپ اس جنت کے ساتھ خوش ہوجائیں جس کی چوڑائی آسمان وزمین کے برابر ہے اور متقی وپرہیزگاروں کے لیے تیار کی گئی ہے، اور پھر آپ اللہ تعالی کی اس منادی میں شامل ہوں گے: اے بھلائی اور خیر کے کاموں سے دور بھاگنے والے واپس آجاؤ اس لیے کہ اللہ تعالی آگ سے چھٹکارا دے رہا ہے، اور اے شر و برائی کرنے والے رک جا اور اسے کم کردے۔ اور آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول پر بھی عمل کیا: (جس نے بھی رمضان المبارک میں ایمان اور ثواب کی نیت سے قیام کیا اس کے پہلے سب گناہ معاف کر دیے گئے، اور جس نے بھی لیلۃ القدر میں ایمان

اورثواب کی نیت سے قیام کیا اس کے پہلے سب گناہ معاف کردیے گئے)۔
اس لیے کہ اعمال صالحہ پراستمرار اورانہیں مستقل کرنا اللہ تعالی کی بہت ہی بڑی قربت ہے۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آکر کہنے لگا: مجھے وصیت ونصیحت فرمائیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہو کہ میں اللہ تعالی پر ایمان لایا اور پھر اس قول پراستقامت اختیار کرو‘‘ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)
۔اورایک روایت میں ہے کہ: کہو کہ میں اللہ تعالی پر ایمان لایا، پھراس پر جم جاؤ اور استقامت اختیار کرو، وہ کہنے لگا یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو سب لوگ کہتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلے لوگوں نے میں ایک قوم نے یہ کہالیکن انہوں نے اس پراستقامت اختیار نہیں کی‘‘ (مسند احمد)۔تو اس لیے مومنوں پر ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالی کی اطاعت اوراستقامت پر قائم رہیں۔اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے :} ایمان والوں کواللہ تعالی پکی بات کے ساتھ مضبوط رکھتا ہے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی‘ ہاں ناانصاف لوگوں کو اللہ تعالی بہکا دیتا ہے اوراللہ تعالی جو چاہے کرتا ہے{ابراھیم (27)۔

جواللہ تعالی کی اطاعت وفرمانبرداری پراستقامت اختیار کرتا ہے اسی کی وہ دعا بھی قبول ہوتی ہے ۔رمضان المبارک کے بعد لوگوں کی کﺉ اقسام وانواع بن جاتی ہیں جن میں سب سے بڑی دوقسمیں ہیں :ایک قسم تو وہ ہے کہ آپ انہیں رمضان المبارک میں اللہ تعالی کی اطاعت کرنے میں مجتھد پائیں گے، آپ اسے جب بھی دیکھں یا تو وہ سجدہ میں ہوگا اور یا پھر قیام کررہا ہوں کا یا پھر قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوا پائیں گے، اور یا پھر آپ اسے روتا ہوا پائیں گے کہ آپ کوسلف کی عبادت یادآئے گی۔اورآپ اس کی شدت اجتھاد اورکوشش کی وجہ سے اس کے ساتھ شفقت وپیار اورمحبت کرنے لگیں گے ،لیکن جیسے ہی شرف وفضیلت کا مہینہ رمضان المبارک ختم ہوا تو وہی شخص اپنی معاصی اورگناہ کی زندگی کی طرف لوٹ آیا گویا کہ وہ اطاعت کے قیدخانہ میں بند تھا۔تواس طرح وہ شہوات‘ ھفوات اورغفلت کی طرف واپس آکر یہ گمان کرتا ہے کہ اس میں ہی اس کے ھم وغم اور پریشانی کا علاج ہے اوروہ مسکین یہ بھول جاتا ہے کہ معاصی اورگناہ ہلاکت کا سبب ہیں۔ وہ بھول جاتا کہ ہے کہ گناہ اورمعاصی

زخم ہیں اور پھر ان میں سے کچھ ایسے زخم بھی ہیں جو اسے قتل بھی کر سکتے ہیں ، تو دیکھیں کتنے گناہ اور معصیت ایسے ہیں جس کی بنا پر بندہ موت کے وقت کلمہ لا الہ الا اللہ سے محروم ہوجاتا ہے۔وہ رمضان المبارک کا پورا مہینہ اطاعت وفرمانبرداری اور ایمان وقرآن کی تلاوت اور اللہ تعالی کا قرب حاصل کرنے والی سب عبادات میں گزارنے کے بعد دوبارہ پیچھے کی جانب اوندھے منہ جا گرتا ہے (لا حول ولا قوۃ الا باللہ)اور سالانہ (فصلی بٹیرے کی طرح) عبادت کرنے والے جنہوں نے صرف موسم میں ہی عبادت کرنی ہوتی ہو وہ صرف اللہ تعالی کو اسی موسم میں جانتے ہیں اور اس کی اطاعت کرتے ہیں یا پھر کسی سزا کے ڈر سے لیکن جب یہ موسم چلا جاتا تو اطاعت وفرمانبرداری بھی ختم ؟

افسوس ان کی یہ عادت تو بہت ہی بری اور غلط حرکت ہے :ایک شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے : نمازی نے نماز صرف کسی مطلب کے لیے پڑھی اور جب وہ مطلب پورا ہوگیا تو نہ نماز اور نہ ہی روزہ ۔افسوس ! بتائیں کہ جب رمضان المبارک کے بعد پھر اسی غلط کاموں اور شنیع حرکتوں کی طرف پلٹنا ہے تو پھر اس پورے مہینہ کی عبادت کا کیا فائدہ؟

دوسری قسم :رمضان کے بعد لوگوں کی دوسری قسم وہ ہے جنہیں رمضان المبارک کے جانے کا افسوس ہوتا اور انہیں تکلیف محسوس ہوتی اس لیے کہ انہوں نے رمضان المبارک میں عافیت کی مٹھاس چکھی ہے جس کی بنا پر ان کے صبر کی کڑواہٹ جاتی رہی۔اس لیے کہ انہوں نے اپنے آپ کی حقیقت کو پہچان لیا کہ وہ اپنے رب کے محتاج ہے اور اس کی اطاعت بھی کرنی ہے ، اسی لیے انہوں نے روزے بھی حقیقی روزے رکھے اور رمضان المبارک میں راتوں کا قیام بھی اخلاص اور شوق سے کیا۔اس لیے رمضان المبارک کے وداع ہونے سے ان کے آنسو جاری ہوتے ہیں اور ان کے دل ڈھل جاتے ہیں ، اور ان میں گناہوں کا اسیر یہ امید رکھتا ہے کہ وہ آگ سے آزادی حاصل کر کے نجات حاصل کر لے گا ، اور قبول اعمال کے قافلہ میں شامل ہوگا ۔ہم خود اپنا محاسبہ کریں اور آپ اپنے آپ سے سوال کریں کہ آپ ان دونوں قسموں میں سے کس قسم کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں؟ اور اللہ کی قسم کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟۔

انسانی حقوق کا بنیادی تصور

از: مولانا محمد شرف الدین صاحب

اِنسانی حقوق کے بارے میں اسلام کا تصور بنیادی طور پر بنی نوع انسان کے احترام، وقاراور مساوات پر مبنی ہے۔قرآن حکیم کی رو سے اللہ رب العزت نے نوعِ انسانی کو دیگر تمام مخلوق پر فضیلت و تکریم عطا کی ہے۔قرآن حکیم میں شرف انسانیت وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ تخلیق آدم کے وقت ہی اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنے کا حکم دیا اور اس طرح نسل آدم کو تمام مخلوق پر فضیلت عطا کی گئی۔قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ترجمہ ''اور بے شک ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور ہم نے ان کو خشکی اور تری میں (مختلف سواریوں پر) سوار کیا اور ہم نے انہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق عطا کیا اور ہم نے انہیں اکثر مخلوقات پر جنہیں ہم نے پیدا کیا فضیلت دے کر برتر بنا دیاO'' قرآن حکیم کے الفاظ'' کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے سب کو تمہارے ہی کام لگا دیا ہے۔''اور ارشاد کہ'' ہم نے انسان کو بہترین (اعتدال اور توازن والی) ساخت پر بنایا ہےO''

بیان کرتے ہیں کہ انسان کو شرف و تکریم سے نوازا گیا ہے اور اس کو انعامات و نوازشات الٰہیہ کے باعث اعلیٰ مرتبہ کمال تفویض کیا گیا ہے۔ مساوات انسانی کو اسلام نے بے حد اہمیت دی ہے۔ اس حوالے سے کوئی اور مذہب اور نظام اقدار اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔قرآن حکیم نے بنی نوع انسان کی مساوات کی اساس بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہاری پیدائش (کی ابتداء) ایک جان

سے کی، پھر اسی سے اس کا جوڑ پیدا فرمایا، پھر ان دونوں میں سے بکثرت مردوں اور عورتوں (کی تخلیق) کو پھیلا دیا، اور ڈرو اس اللہ سے جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو، اور قرابتوں (میں بھی تقویٰ اختیار کرو)، بے شک اللہ تم پر نگہبان ہے o ''ایک دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور ہم نے تمہارے طبقات اور قبیلے بنا دیئے تا کہ ایک دوسرے کو پہچان سکو بے شک اللہ کے نزدیک تو تم سب میں عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہو، بے شک اللہ سب کچھ جانتا باخبر ہے o ''حضور نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خطبہ حجۃ الوداع میں واضح الفاظ میں اعلان فرمایا: ''اے لوگو! خبردار ہو جاؤ کہ تمہارا رب ایک ہے اور بیشک تمہارا باپ (آدم علیہ السلام) ایک ہے۔ کسی عرب کو غیر عرب پر اور کسی غیر عرب کو عرب پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ کسی سفید فام کو سیاہ فام پر اور نہ سیاہ فام کو سفید فام پر فضیلت حاصل ہے سوائے تقویٰ کے۔'' حضور نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مزید ارشاد فرمایا: ''تمام انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے پیدا کیے گئے تھے۔''

اس طرح اسلام نے تمام قسم کے امتیازات اور ذات پات، نسل، رنگ، جنس، زبان، حسب ونسب اور مال و دولت پر مبنی تعصّبات کو جڑ سے اکھاڑ دیا اور تاریخ میں پہلی مرتبہ تمام انسانوں کو ایک دوسرے کے ہم پلہ قرار دیا خواہ وہ امیر ہوں یا غریب، سفید ہوں یا سیاہ، مشرق میں ہوں یا مغرب میں، مرد ہوں یا عورت اور چاہے وہ کسی بھی لسانی یا جغرافیائی علاقے سے تعلق رکھتے ہوں۔ انسانی مساوات کی اس سے بڑی مثال کیا ہوسکتی ہے کہ دنیا کے مختلف ملکوں، نسلوں اور زبانوں سے تعلق رکھنے والے ہر سال مکۃ المکرّمہ میں ایک ہی لباس میں ملبوس حج ادا کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

احترامِ آدمیت اور نوعِ بشر کی برابری کے نظام کی بنیاد ڈالنے کے بعد اسلام نے اگلے قدم کے طور پر عالم انسانیت کو مذہبی، اخلاقی، معاشی، معاشرتی اور سیاسی شعبہ ہائے زندگی میں بے شمار حقوق عطا کیے۔ انسانی حقوق اور آزادیوں کے بارے میں اسلام کا

تصور آفاقی اور یکساں نوعیت کا ہے جو زماں و مکاں کی تاریخی اور جغرافیائی حدود سے ماورا ہے۔ اسلام میں حقوق انسانی کا منشور اُس اللہ کا عطا کردہ ہے جو تمام کائنات کا خدا ہے اور اس نے یہ تصور اپنے آخری پیغام میں اپنے آخری نبی حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی وساطت سے دیا ہے۔ اسلام کے تفویض کردہ حقوق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک انعام کے طور پر عطا کئے گئے ہیں اور ان کے حصول میں انسانوں کی محنت اور کوشش کا کوئی عمل دخل نہیں۔ دنیا کے قانون سازوں کی طرف سے دیئے گئے حقوق کے برعکس یہ حقوق مستقل بالذات، مقدس اور ناقابل تنسیخ ہیں۔ ان کے پیچھے الٰہی منشا اور ارادہ کارفرما ہے اس لئے انہیں کسی عذر کی بناء پر تبدیل، ترمیم یا معطل نہیں کیا جا سکتا۔ ایک حقیقی اسلامی ریاست میں ان حقوق سے تمام شہری مستفیض ہو سکیں گے اور کوئی ریاست یا فرد واحد ان کی خلاف ورزی نہیں کرسکتا اور نہ ہی وہ قرآن و سنت کی طرف سے عطا کردہ بنیادی حقوق کو معطل یا کالعدم قرار دے سکتا ہے۔ اسلام میں حقوق اور فرائض باہمی طور پر مربوط اور ایک دوسرے پر منحصر تصور کئے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں فرائض، واجبات اور ذمہ داریوں پر بھی حقوق کے ساتھ ساتھ یکساں زور دیا گیا ہے۔ اس ذیل میں متعدد آیات قرآنی اور احادیث نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا حوالہ دیا جاسکتا ہے، جن سے یہ بات ثابت ہے کہ اسلامی شریعت کے ان اہم ماخذ و مصادر میں انسانی فرائض و واجبات کو کس قدر اہمیت دی گئی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے: ''اور تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں (سے) اور نزدیکی ہمسائے اور اجنبی پڑوسی اور ہم مجلس اور مسافر (سے)، اور جن کے تم مالک ہو چکے ہو، (ان سے نیکی کیا کرو)، بیشک اللہ اس شخص کو پسند نہیں کرتا جو تکبر کرنے والا (مغرور) فخر کرنیوالا (خود بین) ہو ''o (سورۃ النساء) حضور نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی درج ذیل حدیث مبارکہ میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کے باہمی تعلق کو بڑی تاکید سے بیان کیا گیا ہے۔

''حضرت معاذ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اے معاذ

کیا تو جانتا ہے کہ اللہ کا بندے پر کیا حق ہے؟ حضرت معاذ نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: یقیناً اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ پھر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: کیا تو جانتا ہے کہ اللہ پر بندے کا کیا حق ہے؟ حضرت معاذ نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ وہ (اپنے ایسے) بندوں کو عذاب نہ دے۔'' اسی طرح حضور نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اہل ایمان کو تلقین فرمائی ہے کہ وہ ان فرائض کو ادا کریں جو ان پر ان کے والدین، بچوں، عورتوں، ان کے پڑوسیوں، غلاموں اور ذمیوں وغیرہ کی طرف سے عائد ہوتے ہیں۔

یہ امر باعث صد تاسف ہے کہ آج مغرب کو انسانی حقوق کا علم بردار قرار دیتے وقت یہ بات نظر انداز کر دی جاتی ہے کہ اسلام نے آج سے چودہ سو سال پہلے عالم انسانیت کو اس سے کہیں زیادہ حقوق عطا کر دیئے تھے جبکہ انسانی حقوق کا تصور اپنی موجودہ شکل میں مغرب میں ابھی حال ہی میں متعارف ہوا ہے۔ سولھویں اور سترھویں صدی میں مغربی سیاسی مفکرین اور ماہرین قانون نے شہری آزادیوں اور بنیادی حقوق کا تصور دیا اور عامۃ الناس کو ان حقوق کا شعور دے کر انسانی ضمیر کو بیدار کیا۔ اِسلام جملہ شعبہ ہائے حیات میں اعتدال اور توازن کا درس دیتا ہے۔ حضور نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے زندگی کے ہر پہلو کے حوالے سے ایسی تعلیمات عطا کیں جو زندگی میں حسین توازن پیدا کرنے کی ضمانت دیتی ہیں۔ اسلام کا یہ بنیادی اصول اس کی تمام تعلیمات اور احکام میں کارفرما ہے۔ حضور نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے عطا کردہ انسانی حقوق بھی اسی روح سے مملو ہیں۔ دنیا کے دیگر معاشرتی و سیاسی نظام حق کے احترام و ادائیگی کی اس بلندی و رفعت کی نظیر پیش نہیں کر سکتے جس کا مظاہرہ تعلیمات نبوی میں نظر آتا ہے۔ اسلام کا فلسفہ حقوق دیگر نظام ہائے حیات کے فلسفہ حقوق سے بایں طور مختلف و ممتاز ہے: 1۔ اسلام مطالبہ حق (Rights of Demand) کی بجائے ایتائے حق (Rights of Fulfilment) کی تعلیم دیتا

ہے۔اسلام کی بنیادی تعلیم یہ ہے کہ ہر شخص اپنے اوپر عائد دوسرے افراد کے حقوق کی ادائیگی کے لئے کمر بستہ رہے۔ اور یہاں تک کہ وہ صرف حق کی ادائیگی تک ہی محدود نہ رہے بلکہ اس ادائیگی کو حد احسان تک بڑھا دے۔ قرآن فرماتا ہے: ''بے شک اللہ (تمہیں) عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔''(سورۃ النحل) مذکورہ بالا آیۃ مبارکہ میں مذکور عدل اور احسان قرآن حکیم کی دو اصطلاحات ہیں۔ عدل کا مفہوم تو یہ ہے کہ وہ حقوق جو شریعت اور قانون کی رو سے کسی فرد پر لازم ہیں وہ ان کی ادائیگی کرے جبکہ احسان یہ ہے کہ فرض و عائد حقوق سے بڑھ کر بھی وہ دوسرے افراد معاشرہ سے حسن سلوک کرے۔ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا عطا کردہ تصور احسان انسانی معاشرے کو سراپا امن و آشتی بنانے کی ضمانت فراہم کرتا ہے کیونکہ ایک فرد کا فرض دوسرے کا حق ہے جب ہر فرد اپنے فرائض کو ادا کرے گا یعنی دوسرے کے حقوق پورا کرنے کے لئے کمر بستہ رہے گا تو لامحالہ معاشرے میں کسی طرف بھی حقوق کی عدم ادائیگی کی وجہ سے مطالبہ حقوق کی صدا بلند نہ ہوگی، اور پورے معاشرے کے حقوق از خود پورے ہوتے رہیں گے اور اس طرح معاشرہ قانون کی حکمرانی اور انسانی حقوق کے احترام کا آئینہ دار بن جائے گا۔

2۔ حضور نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے انسانی حقوق کا ایسا نظام عطا کیا ہے جہاں حقوق و فرائض میں باہمی تعلق و تناسب (Reciprocal and Relationship Proportionality) پایا جاتا ہے۔ یعنی کوئی شخص بغیر اپنے فرائض پورے کیے حقوق کا مطالبہ نہ کرے گا۔ چونکہ اساسی زور فرائض کی ادائیگی اور ایتائے حقوق پر ہے، سو کوئی بھی فرد معاشرہ اس وقت تک اپنے حقوق کے لئے آواز بلند نہیں کرسکتا جب تک وہ اپنے فرائض ادا نہ کر چکا ہو۔ اور فرائض کی ادائیگی کی صورت میں حقوق کا حصول ایک قدرتی اور لازمی تقاضے کے طور پر خود بخود ہی تکمیل پذیر ہو جائے گا۔ 3۔ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حقوق انسانی کا ایسا جامع تصور عطا کیا جس میں حقوق و فرائض میں باہمی توازن پایا جاتا ہے۔ اس بنیادی تصور کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ہی کئی مغالطوں نے بھی جنم لیا۔ حقوق و فرائض کے مابین توازن ہی کے

سبب سے بعض اوقات ظاہراً حقوق کے مابین عدم مساوات نظر آتی ہے حالانکہ درحقیقت ایسا نہیں۔

مثلاً عورتوں اور مردوں کے حصہ ہائے وراثت میں موجود فرق بھی اس حکمت کی وجہ سے ہے ورنہ مطلق حقوق کے باب میں مرد وعورت میں کوئی تمیز روا نہیں رکھی گئی۔ ارشاد ربانی ہے: ''اور دستور کے مطابق عورتوں کے مردوں پر اسی طرح حقوق ہیں جیسے مردوں کے عورتوں پر۔'' جبکہ میراث کی آیت میں (لڑکے کے لیے دولڑکیوں کے برابر حصہ ہے) کے اصول کے تحت جوفرق رکھا گیا وہ مرد وعورت پر عائد دیگر فرائض اور ذمہ داریوں کی وجہ سے ہے۔

۶ چونکہ مرد ہی خاندان کی کفالت اور دیگر امور کا ذمہ دار ہے جبکہ عورت کو اس ذمہ داری سے مبرا قرار دیا گیا لہٰذا وراثت میں مرد کا حصہ بھی دوگنا کر دیا گیا تاکہ وہ اپنی معاشی و کفالتی ذمہ داریوں سے بطور احسن عہدہ برآ ہو سکے۔

4۔ اسلام نے بعض امور کو ان کی قانونی ومعاشرتی اہمیت کے پیش نظر حق نہیں بلکہ فرض قرار دیا اور ان کی عدم ادائیگی پر سزا کا مستوجب ٹھہرایا ہے مثلاً شہادت (گواہی)۔ اسلام میں گواہی دینا مردوں پر فرض ہے: ''اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جس نے اس گواہی کو چھپایا جو اس کے پاس اللہ کی طرف سے موجود ہے اور اللہ تمہارے اعمال سے غافل نہیں O''۔

''اور تم گواہی کو نہ چھپایا کرو، اور جو شخص گواہی چھپاتا ہے تو یقیناً اس کا دل گنہگار ہے، اور اللہ تمہارے اعمال کو خوب جاننے والا ہے O'' معاشرے میں قانون کی حکمرانی کے لئے گواہی کا شفاف اور مؤثر نظام لازمی عنصر کی حیثیت رکھتا ہے۔

اس لئے اسلام نے مردوں کو ہر حال میں گواہی دینے کا پابند بنایا جبکہ دوسری طرف عورتوں کو ان کی ذمہ داریوں کے فطری فرق کے پیش نظر اس ذمہ داری سے مبرا قرار دیا اور گواہی کو فرض کی بجائے ان کا حق قرار دیا۔ اور اسی لئے اس کی شرائط بھی مختلف کر دیں۔ یہاں مرد وعورت کے حقوق میں امتیاز مقصود نہیں بلکہ گواہی کے نظام کو مؤثر بنانا مقصود ہے حالانکہ بعض معاملات میں صرف عورتوں ہی کی گواہی معتبر ہوتی ہے۔

مولائے کائنات امیر المومنین حضرت علیؓ

اسم مبارک: نبی کریم ﷺ نے آپ کا نام اللہ کے نام پر علی رکھا۔ حضرت ابو طالب و فاطمہ بنت اسد نے پیغمبر اسلام ﷺ سے عرض کیا کہ ہم نے ہاتف غیبی سے یہی نام سنا تھا۔

القاب: آپ کے مشہور القاب امیر المومنین، مرتضی، اسد اللہ، ید اللہ، نفس اللہ، حیدر، کرار، نفس رسول اور ساقی کوثر ہیں۔

کُنیت: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مشہور کنیت ابوالحسن و ابوتراب ہین۔

والدین: حضرت علیؓ ہاشمی خاندان کے وہ پہلے فرزند ہیں جن کے والد اور والدہ دونوں ہاشمی ھیں۔ آپ کے والد ابوطالب بن عبدالمطلب بن ھاشم ہیں اور ماں فاطمۃ بنت اسد بن ھاشم ہیں۔ ھاشمی خاندان قبیلہ قریش میں اور قریش تمام عربوں میں اخلاقی فضائل کے لحاظ سے مشہور و معروف تھے۔ جواں مردی، دلیری، شجاعت اور بہت سے فضائل بنی ھاشم سے مخصوص تھے اور یہ تمام فضائل حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات مبارک میں بدرجہ اتم موجود تھے۔

ولادت: جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولادت کا وقت قریب آیا تو فاطمۃ بنت اسد کعبہ کے پاس آئیں اور اپنے جسم کو اس کی دیوار سے مس کر کے عرض کیا: پروردگار! میں تجھ پر، تیرے نبیوں پر، تیری طرف سے نازل شدہ کتابوں پر اور اس مکان کی تعمیر کرنے والے، اپنے جد امجد حضرت سیدنا ابراھیم علیہ السلام کے کلام پر راسخ ایمان رکھتی ہوں۔ پروردگار! تجھے اس ذات کے احترام کا واسطہ جس نے اس مکان مقدس کی تعمیر کی اور اس بچہ کے حق کا واسطہ جو میرے شکم میں موجود ہے، اس کی ولادت کو میرے لئے آسان فرما۔ ابھی ایک لمحہ بھی نہیں گزرا تھا کہ کعبہ کی جنوبی مشرقی دیوار، عباس بن عبد المطلب اور یزید بن تعف کی نظروں کے سامنے

شگافتہ ہوئی، فاطمہ بنت اسد کعبہ میں داخل ہوئیں اور دیوار دوبارہ مل گئی۔ فاطمہ بنت اسد تین دن تک روئے زمین کے اس سب سے مقدس مکان میں اللہ کی مہمان رہیں اور تیرہ رجب سن ۳۰/ عام الفیل کو بچہ کی ولادت ہوئی ۔ ولادت کے بعد جب فاطمہ بنت اسد نے کعبہ سے باھر آنا چاہا تو دیوار دوبارہ شگافتہ ہوئی، آپ کعبہ سے باہر تشریف لائیں اور فرمایا: ''میں نے غیب سے یہ پیغام سنا ہے کہ اس بچے کا ''نام علی'' رکھنا''۔

بچپن اور تربیت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ تین سال کی عمر تک اپنے والدین کے پاس رہے اور اس کے بعد آقائے نامدار ﷺ کے پاس تربیت پائی اور آپ ﷺ کے زیرنگین پرورش پانے لگے ۔ کیونکہ جب آپ تین سال کے تھے اس وقت مکہ میں بہت سخت قحط پڑا ۔جس کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کے چچا ابو طالب کو اقتصادی مشکلات کا بہت سخت سامنا کرنا پڑا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دوسرے چچا حضرت عباسؓ سے مشورہ کرنے کے بعد یہ طے کیا کہ ہم میں سے ہر ایک، ابو طالب کے ایک ایک بچے کی کفالت اپنے ذمہ لے لے تا کہ ان کی مشکلات آسان ہو جائے ۔ اس طرح حضرت عباسؓ نے حضرت جعفر اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کفالت اپنے ذمہ لے لی ۔حضرت علی رضی اللہ عنہ پوری طرح سے پیغمبر اکرم ﷺ کی کفالت میں آ گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پرورش براہِ راست حضرت محمد مصطفٰے ﷺ کے زیر نظر ہونے لگی ۔ آپ ﷺ نے انتہائی محبت اور شفقت سے اپنا پورا وقت ، اس چھوٹے بھائی کی علمی اور اخلاقی تربیت میں صرف کیا. کچھ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ذاتی جوہر اور پھر اس پر رسول اللہ ﷺ جیسے بلند مرتبہ مربیّ کا فیض تربیت، چنانچہ علی رضی اللہ عنہ دس برس کی عمر میں ہی اتنی بلندی پر پہنچ گئے کہ جب پیغمبر اسلام ﷺ نے رسالت کا دعوی کیا اور اعلان کیا، تو حضرت علیؑ نے ان کی تصدیق فرمائی۔

حضور ﷺ کی بعثت اور حضرت علیؓ:

جب حضرت محمد مصطفٰے ﷺ چالیس سال کے ہوئے تو اللہ نے انہیں عملی طور پر اپنا پیغام پہنچانے کے لئے آپ ﷺ کو نبوت عطا فرمائی۔ حضرت محمد ﷺ پر وحی الٰہی کے نزول و پیغمبری کے

لئے انتخاب کے بعد کی تین سال کی مخفیانہ دعوت کے بعد بالاخر خدا کی طرف سے وحی نازل ہوئی اور رسول اللہ ﷺ کو عمومی طور پر دعوت اسلام کا حکم دیا گیا۔ اس دوران پیغمبر اکرم ﷺ کی الٰہی دعوت کے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے والے تنہا حضرت علیؑ تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اپنے اعزاء و اقرباء کے درمیان اسلام کی تبلیغ کے لئے انہیں دعوت دی تو آپ کے ہمدرد و ہمدم، تنہا حضرت علیؑ تھے۔ اس دعوت میں حضور ﷺ نے حاضرین سے سوال کیا کہ آپ میں سے کون ہے جو اس راہ میں میری مدد کرے اور آپ کے درمیان میرا بھائی، وصی اور جانشین ہو؟ اس سوال کا جواب فقط حضرت علیؑ نے دیا: ''اے پیغمبر خدا! میں اس راہ میں آپ کی نصرت کروں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ اسی سوال کی تکرار کی اور تینوں مرتبہ حضرت علیؑ نے یہی جواب دیا۔ حضرت علیؑ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے والے سب سے پہلے شخص ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰؑ رسول اللہ ﷺ سے ہمیشہ محبت و وفاداری کا دم بھرتے رہے اور ہر موقع پر رسول اللہ ﷺ کے سینہ سپر رہے۔

رسول اللہ ﷺ کی ہجرت اور حضرت علیؑ: حضرت علیؑ کے دیگر افتخارات میں سے ایک یہ ہے کہ جب شب ہجرت مشرک دشمنوں نے رسول اللہ ﷺ کے قتل کی سازش رچی تو حضرت علیؑ نے پوری شجاعت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے بستر پر سو کر انکی سازش کو ناکام کر دیا۔ اور رسالت مآب ﷺ شب کے وقت مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے اور علی بن ابی طالب رسول اللہ ﷺ کے بستر پر سوئے۔ چاروں طرف خون کے پیاسے دشمن تلواریں کھینچے نیزے لئے ہوئے مکان کو گھیرے ہوئے تھے۔ بس اس بات کی دیر تھی کہ ذرا صبح ہو اور سب کے سب گھر میں داخل ہو کر رسالت مآب ﷺ کو شہید کر ڈالیں۔ حضرت علیؑ اطمینان کے ساتھ بستر پر آرام کرتے رہے اور اپنی جان کا ذرا بھی خیال نہ کیا۔ جب دشمنوں کو صبح کے وقت یہ معلوم ہوا کہ محمدؐ نہیں ہیں تو آگ بگولہ ہو کر خاموش چلے گئے جس کے بعد حضرت علیؑ تین روز تک مکہ میں رہے۔ جن لوگوں کی امانتیں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھیں ان کے سپرد کر کے خواتین کو اپنے ساتھ لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔

نکاح پرنور: حضرت فاطمۃ الزہراءؑ رسول اکرم

ﷺ کی چہیتی اور سب سے عزیز صاحبزادی تھی رسول اللہﷺ اپنی بیٹی سے بہت محبت کرتے تھے اور انہیں اتنی عزت دیتے تھے کہ جب حضرت فاطمہ زہراؓ ان کے پاس تشریف لاتی تھیں تو رسول اللہﷺ ان کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے. اس لئے ہر شخص رسول اللہﷺ کی اس معزز بیٹی کے ساتھ منسوب ہونے کا شرف حاصل کرنے کی تمنا میں تھا. کچھ لوگوں نے ہمت کر کے رسول اللہﷺ کو پیغام بھی دیا مگر حضورﷺ نے سب کی خواہشوں کو رد کر دیا اور فرمایا کہ فاطمہ کی شادی اللہ کے حکم کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ حضرت عمر و حضرت ابوبکرؓ قبیلہ اوس کے سردار سعد بن معاذ سے مشورہ کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچ چکے تھے کہ حضرت علیؓ کے سوا کوئی بھی حضرت فاطمہؓ کے ساتھ ازدواج کی لیاقت نہیں رکھتا۔ ایک دن جب حضرت علیؓ انصار میں سے کسی کے باغ میں آبیاری کر رہے تھے تو انھوں نے اس موضوع کو حضرت علیؓ کے سامنے چھیڑا اور آپ نے فرمایا: ''میں بھی دختر رسول اللہﷺ سے شادی کا خواہاں ہوں، یہ کہہ کر آپ رسول اللہﷺ کے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب رسول اللہﷺ کی خدمت میں پہونچے تو رسول اللہﷺ کی عظمت اس بات میں مانع ہوئی کہ حضرت علیؓ کچھ عرض کریں۔ جب رسول اللہﷺ نے آنے کی وجہ دریافت فرمائی تو حضرت علیؓ نے اپنے فضائل، تقویٰ اور اسلام کے لئے اپنے سابقہ کارناموں کی بنیاد پر عرض کیا: آیا آپ فاطمہؓ کو میرے عقد میں دینا بہتر سمجھتے ہیں؟'' حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی رضامندی کے بعد رسول اللہﷺ نے یہ رشتہ قبول فرمایا۔ ہجرت کا پہلا سال تھا کہ رسول اللہﷺ نے حضرت علیؓ کو اس عزت کیلئے منتخب فرمایا. یہ شادی نہایت سادگی کے ساتھ انجام دی گئی. حضرت فاطمہؓ کا مہر حضرت علیؓ سے لے کر اسی سے کچھ گھر کا سامان خریدا گیا جس میں کچھ مٹی کے برتن، خرمے کی چھال کے تکیے، چمڑے کا بستر، چرخہ، چکی اور پانی بھرنے کی مشک وغیرہ شامل تھا. حضرت فاطمۃ الزہراؓ کا مہر ایک سو سترہ تولے چاندی قرار پایا، جسے حضرت علیؓ نے اپنی زرہ فروخت کر کے ادا کیا۔ حضرت فاطمہ کے بعد آپ نے یکے بعد دیگرے شادیاں کی جن میں ام البنین بنت حزام، لیلی بنت مسعود، اسماء بنت عمیس، امامہ بنت ابی العاص، خولہ بنت جعفر، سعید بنت عروہ، صھباء بنت ربیعہ (باندی) شامل ہیں۔ ان ازواج

سے آپ کو کل چودہ لڑکے اور سترہ لڑکیاں تولد ہوئیں آپ کے پانچ فرزند حضرت امام حسن وحضرت امام حسین محمد بن حنفیہ عباس اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھم سے آپ کا سلسلہ نسل جاری ہے ۔ جن کو سادات کرام سے جانا جاتا ہے۔ **کتابتِ وحی:** وحی الٰہی کی کتابت اور بہت سے تاریخی و سیاسی اسناد کی تنظیم اور دعوت الٰہی کے تبلیغی خطوط لکھنا، حضرت علیؓ کے بہت اہم کاموں میں سے ایک ہے ۔ حضرت علیؓ قرآنی آیات کو لکھتے اور منظّم کرتے تھے اسی لئے آپ کو کاتبان وحی اور حافظان قرآن میں شمار کیا جاتا ہے۔

حضرت علیؓ اور اسلامی جہاد

:اسلام کے دشمنوں نے پیغمبر اسلام ﷺ کو مدینہ میں چین سے نہ بیٹھنے دیا. جو مسلمان مکہ میں تھے انہیں طرح طرح کی تکلیفیں دی گئیں کچھ کو قتل کر دیا گیا، کچھ کو قیدی بنالیا گیا اور کچھ کو مارا پیٹا گیا. یہی نہیں بلکہ انہوں نے اسلحہ اور فوج جمع کر کے خود رسول اللہ ﷺ کے خلاف مدینہ پر چڑھائی کردی۔ آپ ﷺ نے یہ طے کیا کہ ہم مدینے سے باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ کریں گے ۔ چنانچہ یہ اسلام کی پہلی جنگ ہوئی' اس جنگ میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے عزیزوں کو زیادہ آگے رکھا، جس کی وجہ سے آپ کے چچازاد بھائی عبید ابن حارث ابن عبدالمطلب اس جنگ میں شہید ہوگئے . حضرت علیؓ ابن ابی طالب کو جنگ کا یہ پہلا تجربہ تھا۔ اس وقت ان کی عمر صرف پچیس برس تھی مگر جنگ کی فتح کا سہرا حضرت علیؓ کے سر ہی بندھا ۔ جتنے مشرکین قتل ہوئے ان میں سے آدھے حضرت علیؓ کے ہاتھ سے اور آدھے، باقی مجاہدین کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے ۔ اس کے بعد ،اُحد، خندق، خیبر اور اخر میں حنین یہ وہ بڑی جنگیں تھیں جن میں حضرت علیؓ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہ کر اپنی بہادری کے جوہر دکھائے ۔ تقریباً ان تمام جنگوں میں حضرت علیؓ کو علمداری کا عہدہ بھی حاصل رہا. اس کے علاوہ بہت سی جنگیں ایسی تھیں جن میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو تنہا بھیجا اور انھوں نے اکیلے ہی بہادری اور ثابت قدمی کے ساتھ فتح حاصل کی اور استقلال، تحمّل اور شرافت نفس کا وہ مظاہرہ کیا کہ اس کا اقرار خود ان کے دشمن کو بھی کرنا پڑا۔

مقام وفضائل حضرت علیؓ :

حضرت علیؓ کے امتیازی صفات اور خدمات کی بناء پر رسول اللہ ﷺ ان کی بہت عزت کرتے تھے اواپنے

قول اور فعل سے ان کی خوبیوں کو ظاہر فرمایا کرتے تھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں''۔ علم کی صفت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔ کبھی یہ فرمایا" آپ سب میں بہترین فیصلہ کرنے والا علی ہے۔ کبھی یہ فرمایا کہ ''علی کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو حضرت ہارونؑ کو موسیٰ علیہ السّلام سے تھی۔ کبھی یہ فرمایا'' علی مجھ سے وہ تعلق رکھتے ہیں جو روح کو جسم سے یا سر کو بدن سے ہوتا ہے ,,۔ کبھی یہ فرمایا'' وہ خدا اور رسول کے سب سے زیادہ محبوب ہیں ,, یہاں تک کہ مباہلہ کے واقعہ میں حضرت علی المرتضیؓ کو ''نفسِ رسول'' کا خطاب ملا۔

رسول اللہ ﷺ کا وصال اور حضرت علیؓ:

ہجرت کا دسواں سال تھا کہ پیغمبر خدا رسول اکرم ﷺ ایک ایسے مرض میں مبتلا ہوئے، جو ان کیلئے مرض الموت ثابت ہوا۔ یہ خاندان رسول کیلئے بڑی مصیبت کا وقت تھا۔ حضرت علیؓ رسول اللہ ﷺ کی بیماری میں آپ کے پاس موجود رہ کر تیمارداری کا فریضہ انجام دے رہے تھے۔ اور رسول اللہ ﷺ بھی اپنے پاس سے ایک لمحہ کے لئے بھی حضرت علیؓ کا جدا ہونا گوارا نہیں کرتے تھے۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے حضرت علیؓ کو اپنے پاس بلایا اور سینے سے لگا کر بہت دیر تک باتیں کرتے رہے اور ضروری وصیتیں فرمائیں۔ اس گفتگو کے بعد بھی حضرت علیؓ کو اپنے سے جدا نہ ہونے دیا اور ان کا ہاتھ اپنے سینے پر رکھ لیا۔ جس وقت رسول اللہ کی روح جسم اقدس سے جدا ہوئی، اس وقت بھی حضرت علیؓ کا ہاتھ رسول اللہ ﷺ کے سینے پر رکھا ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے جسد اطہر کی تجہیز و تکفین اور غسل کا تمام کام حضرت علیؓ نے اپنے ہاتھوں سے انجام دیا اور رسول اللہ ﷺ کے جسد اطہر کو خود اپنے ہاتھوں سے قبر انور میں رکھا۔

حضرت علیؓ کی خلافت:

رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت علیؓ نے پچیس برس خانہ نشینی میں بسر کئے۔ جب سن ۳۵ ھجری میں خلیفہ سوم حضرت سیدنا عثمان بن عفانؓ کی شہادت کے بعد مسلمانوں نے خلافتِ اسلامی کا منصب حضرت علیؓ کے سامنے پیش کیا تو پہلے تو آپ نے انکار کر دیا، لیکن جب مسلمانوں کا اصرار بہت بڑھا تو آپ نے اس شرط سے منظور کر لیا کہ میں قرآن اور سنتِ پیغمبر کے

مطابق حکومت کروں گا اور کسی رورعایت سے کام نہ لوں گا۔ جب مسلمانوں نے اس شرط کو منظور کر لیا تو آپ نے خلافت کی ذمہ داری قبول کی۔مگر زمانہ آپ کی خالص دینی حکومت کو برداشت نہ کر سکا، لہذا بنی امیہ اور بہت سے وہ لوگ جنھیں آپ کی دینی حکومت کی وجہ سے اپنے اقتدار کے ختم ہوجانے کا خطرہ محسوس ہوگیا تھا وہ آپ کے خلاف کھڑے ہوگئے۔ آپ نے ان سب سے مقابلہ کرنا اپنا فرض سمجھا۔ اگر آپ کبھی رات کے وقت بیت المال میں حساب وکتاب میں مصروف ہوتے اور کوئی ملاقات کے لیے آجاتا اور غیر متعلق باتیں کرنے لگتا تو آپ چراغ کو بجھا دیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ بیت المال کے چراغ کو میرے ذاتی کام میں صرف نہیں ہونا چاہئے. آپ کی کوشش یہ رہتی تھی کہ جو کچھ بیت المال میں آئے وہ جلد سے جلد حق داروں تک پہنچ جائے. آپ اسلامی خزانے میں مال کو جمع کرنا پسند نہیں کرتے تھے ۔ حضرت سیدنا علی المرتضیٰؓ نے نہایت ہی عدل وانصاف زہد وتقوی کے ساتھ چار سال نو ماہ خلافت انجام دی ہے۔

حضرت علیؓ کی شہادت: جنگ نہروان کے بعد خوارج میں سے کچھ لوگ جیسے عبد الرحمٰن بن ملجم مرادی، ومبرک بن عبداللہ تمیمی اور عمر وبن بکر تمیمی ایک رات میں ایک جگہ جمع ہوئے اور نہروان میں مارے گئے اپنے ساتھیوں کو یاد کرتے ہوئے ان دنوں کے حالات اور داخلی جنگوں کے بارے میں تبادلہ خیال کرنے لگے۔ بالآخر وہ اس نتیجہ پر پہونچے کہ اس قتل و غارت کی وجہ حضرت علیؓ وحضرت معاویہؓ اور حضرت عمرو عاصؓ ہیں اور اگر ان تینوں افراد کو قتل کر دیا جائے تو مسلمان اپنے مسائل کو خود حل کرلیں گے۔لھذا انھوں نے آپس میں طے کیا کہ ہم میں سے ہر ایک آدمی ان میں سے ایک ایک کو قتل کرے گا۔ابن ملجم نے حضرت علیؓ کے قتل کا عہد کیا اور سن ۴۰ ہجری میں انیسویں رمضان المبارک کی شب کو کچھ لوگوں کے ساتھ مسجد کوفہ میں آکر بیٹھ گیا۔اس شب حضرت علیؓ اپنی بیٹی کے گھر مہمان تھے اور صبح کو واقع ہونے والے حادثہ سے باخبر تھے۔حضرت علیؓ نماز فجر کے لئے تشریف لے گئے' آپ سجدہ میں تھے کہ ابن ملجم نے آپ کے فرق مبارک پر تلوار کا وار کیا۔آپ کے سر سے خون جاری ہوا آپ کی داڑھی اور

محراب خون سے رنگین ہو گئے۔

اس حالت میں حضرت علیؓ نے فرمایا: "**فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ**" کعبہ کے رب کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ پھر سورہ طہٰ کی اس آیت کی تلاوت فرمائی: "**مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ**" حضرت علیؓ اپنی زندگی کے آخری لمحات میں بھی لوگوں کی اصلاح و سعادت کی طرف متوجہ تھے۔ حضرت علیؓ بستر بیماری پر کرب و بیچینی کے ساتھ کروٹیں بدلتے رہے۔

آخر کار زہر کا اثر جسم میں پھیل گیا اور ۲۰ رمضان المبارک جمعہ کے دن نمازِ صبح کے وقت چالیس ہجری ترسٹھ سال کی عمر میں آپ کی روح جسم سے پرواز کر گئی ۔ بعض روایتوں میں سترہ رمضان بھی ذکر کی گئی ہے۔ حضرت امام حسن وحضرت امام حسینؓ نے تجہیز و تکفین کے بعد آپ کے جسم اطہر کو نجف میں دفن کر دیا۔

عظیم انسان:۔

عظیم ہیں وہ انسان جس کی خاموشی فکر کے ساتھ' اور جس کی گفتگو ذکر کے ساتھ ہو گی۔ اگر دل میں ظلمت ہو گی تو زبان سے بھی بری گفتگو نکلے گی، اگر دل میں نور ہو گا تو زبان سے بھی پاکیزہ گفتگو نکلے گی۔ (یحی بن معاذؒ)

سفرِ آخرت کی تیاری

از:۔مولانا محمد عبدالقدیر نظامی صاحب

تمام مخلوقات ایک دن ضرور فنا ہوجائیں گی ،صرف آپ کے رب تعالیٰ کی ذات باقی رہے گی جو جلال و عظمت کا مالک کل ہے ''۔(سورہ رحمٰن)

اعلان نبوت کے بعد آپ ﷺ کے مشن کے آغاز پر جو درس تھا وہ تین عنوانات پر مشتمل تھا (۱) توحید (۲) رسالت (۳) معاد یعنی آخرت ۔ان تین اہم عنوانات میں سے ہم آخرت کے بارے میں جاننے کی کوشش کریں گے۔ ہر انسان کو مرنے کے بعد بارگاہ خداوندی میں حساب کے لئے حاضر ہونے کا تصور، نیک اعمال کا اجر عظیم اور بداعمالیوں پر سخت ترین عذاب کا یقین پیدا ہوجائے تو وہ ضرور چھوٹے اور بڑے گناہوں سے بچا رہے گا اور ساتے ہی ساتھ نیک اعمال کا خوگر بن جائے گا۔

جانتے سب ہیں کہ موت ایک دن ضرور آئے گی لیکن توشۂ آخرت کی تیاری سے بری غفلت برتی جاتی ہے۔ بایں ہمیں طرح طرح کے سفر پیش آتے ہیں جیسے تعلیمی سفر، تجارتی سفر یا حج کا سفر۔ جو حضرات سفر پر جاچکے ہیں ان سے مشورہ بھی کرلیتے ہیں اور پوری پوری تیاری کے ساتھ سفر پر روانہ ہوتے ہیں لیکن آخرت کا کوئی مسافر ہم کو نہیں ملتا کہ اس سے مشورہ کرلیں ۔ کچھ علم اس وقت ملتا ہے جبکہ ہمارے کوئی عزیز کی موت واقع ہوتی ہے۔ ہم مرحوم کو غسل دیتے ہیں ،کفناتے ہیں ،نماز جنازہ پڑھتے اور سپرد خاک کردیتے ہیں ، یہاں یہ بات اچھی طرح ذہن نیشن ہوجاتی ہے کہ ایک دن ہمکو ان تمام مراحل سے گزرنا ہوگا۔ سفر آخرت کا صحیح علم صرف اور صرف قرآن وحدیث ہی سے مل سکتا ہے۔

موت سے بڑھ کر واعظ کیا کریں گے نکتہ

آموزی ، جوکرنا ہوتو کر لے موت ہی سے عبرت اندوسی ۔''وہ رب بڑی برکت والا ہے جس کے دست قدرت میں ہر طرح کی بادشاہت ہے وہی ہی چیز پر کامل قدرت و اختیار رکھتا ہے اسی رب نے موت وزندگی پیدا فرمائی تا کہ تمہارا امتحان لے کہ تم میں کون اچھے کام کرتا ہے اور وہی زبردست بخشنے والا ہے''۔

براء بن عازن رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آقا علیہ السلام چند اصحابؓ کے ہمراہ ایک انصاری صحابیؓ کے تدفین کے بعد قبر کے قریب بیٹھ گئے ۔صحابہ کرامؓ بھی وہیں بیٹھ گئے ۔ارشاد نبوی ﷺ ہوا کہ ''عذاب سے الہ کی پناہ مانگو''۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ؛ جب مومن بندے کے انتقال کا وقت آجاتا ہے تو آسمان سے حسین وجمیل فرشتوں کا غول ہوتا ہے ان کے ساتھ جنتی کفن ہوتا ہے جو خوشبو سے لپٹا ہوتا ہے۔ یہ فرشتے مرنے ولاے کے قریب بیٹھ جاتے ہیں پھر ملک الموت بھی تشریف لاتے ہیں سرہانے بیٹھ کر کہتے ہیں کہ اے پاک روح نکل اور اللہ کی مغفرت اور اس کے رضا مندی کی طرف چل ۔

جب روح اس سے نکل جاتی ہے تو فرشتے فوری طور پر اسے خوشبو دار کفن میں ڈال دیتے ہیں یہ خوشبو کراۂ ارض پر پائی جانے ولای ہر خوشبو پر غالب آجاتی ہے۔فرشتے اس روح کو لیکر آسمانوں کی طرف چلے جاتے ہیں ۔ہر منزل پر فرشتے دریافت کرتے ہیں کہ یہ پاک روح کون ہے فرشتے کہتے ہیں یہ فلاں نیک بندے کا روح ہے ۔جب یہ پہلے آسمان پر پہنچتے ہیں دروازے کھولے جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ ساتویں آسمان پر پہنچادیتے ہیں ۔پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے کے اعمال علیین میں لکھ دو اور اس روح کو دوبارہ زمین کی طرف لے جاؤ اس لئے کہ میں نے اسے زمین سے پیدا کیا اسی میں اس کو لوٹا ؤں گا پھر دوبارہ اسے زمین سے پیدا کروں گا۔ چنانچہ اس روح کو دوبارہ اس بندۂ مومن کے جسم میں لوٹا دیا جاتا ہے۔

پھر دو فرشتے آکر اسے اٹھاتے ہیں اور اس

سے اس کے رب کے بارے میں ، دین کے بارے میں اور رسول اللہ ﷺ کے بارے میں دریافت کریں گے۔ بندۂ مومن کے جواب پر آسمان سے آواز آتی ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا ہے۔ اس کیلئے اس کی قبر میں جنت کا بستر بچھا دو اور جنت کی جانب ایک دروازہ کھولدو۔ اس کی قبر میں جنت کی خوشبو دار ہوا آنے لگتی ہے اور جہاں تک اس کی نظر کام کرتی ہے وہاں تک اس کی قبر وسیع کر دی جاتی ہے پھر اسکے پاس ایک شخص خوبصوررت اور عمدہ لباس پہنا ہوا خوشبو میں معطر آکر مبارکباد دیتا ہے کہ یہ وہی دن ہے جس کا تم سے دوعدہ کیا گیا تھا۔ بندہ پوچھے گا کہ تم کون ہو وہ کہے گا میں تمہارا نیک عمل ہوں۔

اس کے بعد مخبر صادق ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کسی کافر کے انتقال کا وقت آتا ہے تو آسمان سے بدشکل فرشتے نہایت ہی گندہ کفن لے کر آتے ہیں اور اس کے قریب بیٹھ جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ موت کا فرشتہ بھی اس کے سر کے قریب آکر بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ اے ناپاک روح نکل اور اللہ کی ناراضگی اور اس کے غضب کی طرف چل۔

جب اس کی روح قبض کر لی جاتی ہے تو وہ فرشتہ پلک جھپکتی ہی اس ناپاک روح کو گندے کفن میں ڈال دیتے ہیں اور اس پر زمین پر پائی جانے والی گلیظ بوؤں سے زیادہ گندی اور غلیظ بو اٹھتی ہے۔ اور وہ رفشتے اس روح کو لیکر جہاں جہاں بھی گزرتے ہیں فرشتے ان سے دریافت کرتے ہیں کہ یہ ناپاک روح کون ہے۔ وہ اس روح کا بدترین القاب میں تعارف کراتے ہیں کہ یہ فلاں ابن فلاں کی روح ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ روح لے کر دینا سے قریب والے آسمان پر پہنچتے ہیں اور آسمان کا دروازہ کھلوانا چاہتے ہیں تو وہ دروازہ نہیں کھولا جاتا ہے۔ اس کے بعد اس بندے کا اعمال سجین میں لکھ دئے جائیں بالکل نچلے درجے میں ، اس کے بعد اس کی روح کو جسم میں لوٹا دیا جاتا ہے۔

دو فرشتے اس کے پاس آتے ہیں اس کو بتھاتے ہیں اور اس سے اس کے رب ، اس

کے دین اور خاتم النبیین ﷺ کے بارے میں سوال کرتے ہیں تو وہ واویلا کرنے لگتا ہے اور کہتا ہے کہ میں کچھ نہیں جانتا، آسمان سے آواز آتی ہے کہ میرے بندے نے جھٹلایا اس کیلئے جہنم کا بچھونا بچھادو اور اس کی قبر کا دروازہ جہنم کی طرف کھولدو یہاں تک کہ اس سے جہنم کی گرمی اور اس کی ہوائیں آنے لگتی ہیں۔اس پر اس کی قبر اس قدر تنگ کردی جاتی ہے کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں کھسنے لگتی ہی ۸ ں اس کے بعد ایک بدشکل ، بدلباس اور بدبودار شخص اس کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ جو بری چیزیں تم کو ملی ہیں وہ تم کو مبارک ہو۔یہ وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔یہ پوچھتا ہے تم کون ہو؟ وہ جواب دیتا ہے کہ میں تمہارے برے اعمال ہوں۔اس پر وہ بندہ کافر کہتا ہے اے میرے خدا قیامت قائم نہ کرنا ،قیامت نہ قائم کرنا۔(سنن نسائی ابن ماجہ ،ابوداؤد،مسند احمد)

ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا؛ قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا پھر جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے''۔ابوہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا لذتوں کو ختم کرنے والی شئے یعنی موت کو کثرت سے یاد کرو۔علماء نے بتلایا کہ موت کو یاد کرنے کے تین بڑے بڑے فائدے ہیں ۱۰) عبادتوں میں لذت (۲) تھوڑے مال پر قناعت (۳) توبہ کی توفیق ہوجائے۔

وقفہ وقفہ سے ہماری زندگیوں میں قدرتی طور پر ایسے واقعات پیش آتے ہیں کہ کوئی نہ کوئی دوست یا عزیز کی موت واقع ہوتی رہتی ہے اور ہم تدفین میں شریک ہوتے ہیں لیکن کم ہی لوگ عبرت حاسل کرتے ہیں جبکہ ہم کو بھی ان تمام مراحل سے گزرنا ہے۔ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کبھی جنازے میں ہمیں شریک ہونے کا موقع ملتا، ہم میں ہر کوئی روتا رہتا کہ ہمیں اللہ اپنے پناہ میں رکھے۔

عثمان بن عفان ؓ کے غلام حضرت ہانی فرماتے ہیں کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر روئے کہ داڑھی مبارک بھ جاتی۔جب

رونے کی وجہ پوچھی جاتی تو فرماتے میں نے آقا علیہ السلام سے سنا ہے کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے جو اس مرحلہ میں کامیاب ہوا وہ آئندہ مرحلوں میں بھی کامیاب رہے گا۔ جنازوں میں شرکت کا آج مقصد بدل گیا ہے۔

عزیزداری و دوستی کے تعلقات کو قائم رکھنے ،مرحوم کے وارثوں پر احسان جتانے اور ایک خیال یہ بھی ہوتا ہے کہ اگر ہم نہ جائیں تو یہ میرا یہاں ایسے موقعوں پر بھی غیر حاضر رہیں گے۔ اسی طرح شرکت کا ایک موقع یہ بھی ہوتا ہے کہ ساتھیوں سے ملاقات کا ایک بہانہ بھی ہو جاتا ہے ۔اصل مقصد وہ ہونا چاہئے جو مخبر صادق نے بتلایا: ''قبروں کی زیارت کرو اس سے عبرت حاصل ہوتی ہے''۔

فرمایا آقا علیہ السلام نے مردہ قبر میں اس ڈوبنے والے کی طرح ہے جو فریاد کررہا ہو۔ وہ ماں باپ، بھائی یا دوست کی طرف دائے مغفرت کا طلبگار رہتا ہے اور جب اسے یہ دعا پہنچتی ہے تو وہ اس دعا کو دنیا و مافیھا سے زیادہ محبوب رکھتا ہے۔ اور یقیناً خدائے تعالیٰ دنیا والوں کی دعاؤں کو پہاڑوں کے برابر کر کے اہل قبور تک پہنچاتا ہے اور یاد رہے کہ دعائے استغفار زندوں کی طرف سے مردوں کیلئے ایک تحفہ ہے۔

والدین کی قبروں کی زیارت کے بارے میں ایک بڑی ہی پیاری حدیث ہے جس کو محمد بن نعمان نے روایت کی ہے کہ فرمایا سید عالم ﷺ نے کہ ''جو شخص ہر جمعہ کو اپنے ماں باپ یا ان میں سے کسی ایک کی قبر پر جاتا ہے اس کے گناہ بخش دئے جاتے ہیں اس کے نیک ہونے کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے''۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جب انسان مرجاتا ہے اس کے عمل کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے البتہ تین چیزیں ایسی ہیں جو اس سے مستثنیٰ ہیں:۔ (۱) صدقۂ جاریہ۔ (۲) علم جس سے نفع حاصل کیا جائے۔ (۳) اولاد صالح جو اس کے لئے دعا کرے''۔

آخرت کے احوال سوال وجواب کے آئینے میں

مولانا محمد شاکر احمد صاحب

سوال : اعمال نامہ کس کا نام ہے؟

جواب : اللہ تعالیٰ نے انسان کے اعمال کی نگہداشت کے لیے کچھ فرشتے مقرر کیے ہیں جن کو کراماً کاتبین کہتے ہیں، وہ بنی آدم کی نیکی اور بدی لکھتے رہتے ہیں ہر آدمی کے ساتھ دو فرشتے ہیں، ایک دائیں ایک بائیں۔ نیکیاں داہنی طرف کا فرشتہ لکھتا ہے اور بدیاں بائیں طرف کا اسی صحیفے یا نوشتے کو اعمال نامہ کہا جاتا ہے۔ اسے یوں سمجھ لو کہ ہمارے اچھے برے تمام اعمال کے مکمل ریکارڈ کا نام اعمال نامہ ہے۔ قیامت کے دن ہر شخص کا نامہ اعمال اسے دیا جائے گا۔ نیکوں کے داہنے ہاتھ میں اور بدوں کے بائیں ہاتھ میں اور کافر کا سینہ توڑ کر اس کا بایاں ہاتھ اس سے پشت نکال کر پیٹھ کے پیچھے دیا جائے گا کہ خود پڑھ کر فیصلہ کر لے کہ جو کام عمر بھر میں نے کیے تھے۔ کوئی رہا تو نہیں یا زیادہ تو نہیں لکھا گیا۔ ہر آدمی اس وقت یقین کرے گا کہ ذرہ ذرہ بلا کم و کاست اس میں موجود ہے۔ اس میں اپنے گناہوں کی فہرست پڑھ کر مجرم خوف کھائیں گے کہ دیکھئے آج کیسی سزا ملتی ہے اور کافر کا تو خوف کے مارے برا حال ہوگا۔ پھر میزان پر لوگوں کے نیک و بد اعمال تولے جائیں

سوال: میزان کیا ہے اور اس پر اعمال کیسے تولے جائیں گے؟

جواب : میزان ترازو کو کہتے ہیں اور وزنِ اعمال کے لیے قیامت میں جو میزان نصب کی جائے گی اس کا کچھ اجمالی مفہوم جو شریعت نے بیان فرمایا ہے یہ ہے کہ وزن ایسی میزان سے کیا جائے گا جس میں کفتین (یعنی پلے) اور لسان (یعنی چوٹی) وغیرہ موجود ہیں اور اس کا ہر پلہ اتنی وسعت رکھے گا جیسی مشرق و مغرب کے درمیان وسعت ہے۔ اس سے زائد تفصیلات پر مطلع ہونا کہ وہ میزان کس نوعیت کی ہوگی اور اس سے وزن معلوم کرنے کا کیا طریقہ ہوگا؟

یہ ہماری عقل وادراک کی رسائک سے باہر ہے اسی لیےان کے جاننے کی ہمیں تکلیف نہیں دی گئی بلکہ یہ عقیدہ تعلیم فرمایا گیا کہ میزان حق ہےاور قیامت کے دن سب لوگوں کے اعمال کا وزن دیکھا جائے گا جن کے اعمال قلبیہ واعمال جوارح وزنی ہوں گے۔ وہ کامیاب ہیں اور جن کا وزن ہلکا رہا وہ خسارے میں رہیں گے۔بعض علماءکرام فرماتے ہیں ہر شخص کے عمل وزن کےموافق لکھے جاتے ہیں ایک ہی کام ہے اگر اخلاص ومحبت سےاورحکم شرعی کےموافق کیا اور برمحل کیا تو اس کا وزن بڑھ گیا اور دکھاوے کو یاریس کو کیا یا موافق حکم اور برمحل نہ کیا تو وزن گھٹ گیا۔ دیکھنے میں کتنا ہی بڑاعمل ہومگراس میں ایمان واخلاص کی روح نہ ہو وہ اللہ کے یہاں کچھ وزن نہیں رکھتا۔آخرت میں وہی صحیفے یا نوشتے تلیں گے جن میں اعمال کا اندراج کیا جاتا ہےاور یہ بھی ممکن ہے کہ وہاں اعمال حسنہ کسی نورانی شکل وجسم میں تبدیل کردیئے جائیں اور اعمال قبیحہ کسی ظلماتی شکل وجسم میں اور پھران اجسام کاوزن کیا جائے گا۔

سوال: حساب کتاب کی نوعیت کیا ہوگی؟

جواب:اعمال کےحساب کی نوعیتیں جداگانہ ہوں گی، کسی سے تواس طرح حساب لیا جائے گا کہ خفیۃً اس سے پوچھا جائے گا کہ تو نے یہ کیا اور یہ کیا؟ وہ عرض کرے گا ہاں اے میرے رب، یہاں تک کہ تمام گناہوں کا اقرار کرلے گااوراپنے دل میں سمجھے گا کہ اب کم بختی آئی مگر وہ کریم فرمائے گا کہ ہم نے دنیا میں تیرے عیب چھپائے اور اب ہم بخشتے ہیں۔اور کسی سے سختی کے ساتھ ایک ایک بات کی باز پرس ہوگی۔ اور ہلاک ہوگا اور کسی کو نعمتیں یاد دلا دلا کر پوچھا جائے گا کہ کیا تیرا خیال تھا کہ ہم سے ملنا ہے؟ وہ عرض کرے گا کہ نہیں،فرمائے گا کہ تو نے ہمیں یاد نہ کیا ہم بھی تجھے عذاب میں چھوڑتے ہیں۔بعض کافر ایسے بھی ہوں گے کہ جب نعمتیں یاد دلا کرفرمائے گا کہ تو نے کیا کیا؟ تو وہ ایمان،نماز، روزہ،صدقہ وخیرات اوردوسرے نیک کاموں کا ذکرکر جائے گا،ارشاد ہوگا توٹھہر جا،تجھ پرگواہ پیش کئے جائیں گے پھراس کے منہ پرمہرکردی جائے گی اوراعضاءکوحکم ہوگا بول چلو، اس وقت اس کی ران اور ہاتھ پاؤں،گوشت پوست ہڈیاں سب گواہی دیں گی کہ یہ تو ایسا تھا،ایسا تھا،وہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔کسی مسلمان پراس کے

اعمال پیش کئے جائیں گے کہ وہ اپنی طاعت و معصیت کو پہچانے ، پھر طاعت پر ثواب دیا جائے گا اور معصیت سے تجاوز فرمایا جائے گا یعنی نہ بات بات پر گرفت ہوگی نہ یہ کہا جائے گا کہ ایسا کیوں کیا؟ نہ عذر کی طلب ہوگی اور نہ اس پر حجت قائم کی جائے گی۔ اس امت میں وہ شخص بھی ہوگا جس کے ننانوے دفتر گناہوں کے ہوں گے اور اس سے پوچھا جائے گا کہ تیرے پاس کوئی عذر ہے؟ وہ عرض کرے گا نہیں، پھر ایک پرچہ جس میں کلمہ شہادت لکھا ہوگا نکالا جائے گا اور حکم ہوگا جا تلوا، پھر ایک پلہ پر یہ سب دفتر رکھے جائیں گے اور ایک میں وہ، وہ پرچہ ان دفتروں سے بھاری ہو جائے گا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بہتوں کو بلاِ حساب جنت میں داخل فرمائیں گے، تہجد گزار بھی بلاِ حساب جنت میں جائیں گے۔ بالجملہ اس کی رحمت کی کوئی انتہا نہیں جس پر رحم فرمائے تو تھوڑی چیز بھی بہت کثیر ہے۔

سوال : اہل محشر کی کتنی قسمیں ہوں گی؟

وقوع قیامت کے بعد کل آدمیوں کی تین قسمیں کردی جائیں گی: (۱) دوزخی (۲) عام جنتی (۳) خواص مقربین جو جنت کے نہایت اعلیٰ درجات پر فائز ہوں گے۔ دوزخی جنہیں قرآن کریم نے ''اصحابُ الشمال'' فرمایا ہے جو میثاق کے وقت آدم علیہ السلام کے بائیں پہلو سے نکالے گئے عرش کی بائیں جانب کھڑے کئے جائیں گے، اعمالنامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ فرشتے بائیں طرف سے ان کو پکڑیں گے۔ ان کی نحوست اور بدبختی کا کیا ٹھکانا، اور عام جنتی جنہیں قرآن مجید میں ''اصحاب الیمین'' فرمایا گیا ہے اور جن کو اخذِ میثاق کے وقت آدم علیہ السلام کے دائیں پہلو سے نکالا گیا تھا وہ عرشِ عظیم کے دائیں طرف ہوں گے۔ ان کا اعمال نامہ بھی داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا اور فرشتے بھی ان کو داہنی طرف سے لیں گے۔ اس روز ان کی خوبی ویمن و برکت کا کیا کہنا حسن عشرت کے ساتھ باشان وشوکت ایک دوسرے کو دیکھ کر مسرور و دِلشاد ہوں گے۔

شبِ معراج حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں دونوں گروہوں کی نسبت دیکھتا تھا۔ کہ حضرت آدم علیہ السلام اپنی داہنی طرف دیکھ کر ہنستے ہیں اور بائیں طرف دیکھ کر روتے ہیں اور خواص مقربین جنہیں قرآن کریم میں ''سابقون'' فرمایا وہ حق تعالیٰ کی

رحمتوں اور مراتب قرب ووجاہت میں سب سے آگے ہیں۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ اہل محشر کی ایک سوبیس صفتیں ہوں گی جن میں چالیس پہلی امتوں کی اوراسی امت مرحومہ کی۔ حساب کتاب سے فراغت کے بعد سب کو پل صراط سے گزرنے کا حکم ہوگا۔

سوال : صراط کیا ہے؟

جواب : یہ ایک پل ہے کہ پشتِ جہنم پر نصب کیا جائے گا، بال سے زیادہ باریک اورتلوار سے زیادہ تیز ہوگا، ہرنیک وبد، مجرم وبری، مومن وکافر کا اس پر سے گزر ہوگا کیونکہ جنت میں جانے کا یہی راستہ ہے۔ مگر نیک سلامت رہیں گے اور اپنے اپنے درجے کے موفق وہاں سے صحیح سلامت گزر جائیں گے۔ جب ان کا گزر دوزخ سے ہوگا تو دوزخ سے صدا اٹھے گی کہ اے مومن! گزر جا کے تیرے نور نے میری لپٹ سرد کر دی پل صراط کے دونوں جانب بڑے بڑے آنکڑے (اللہ ہی جانے کے وہ کتنے بڑے ہونگے) لٹکتے ہوں گے جس شخص کے بارے میں حکم ہوگا اسے پکڑ لیں گے مگر بعض تو زخمی ہوکر نجات پا جائیں گے اور بعض کو جہنم میں گرادیں گے۔

سب سے پہلے نبیصلی اللہ علیہ وسلم اس پر گزر فرمائیں گے۔ پھراورانبیاء - ومرسلین پھر یہ امت اور پھر اور امتیں گزریں گی۔

سوال : پل صراط سے مخلوق کا گزر کس طرح ہوگا؟

جواب :حسبِ اختلاف اعمال پلصراط پر سے لوگ مختلف طرح سے گزریں گے۔ بعض تو ایسی تیزی کے ساتھ گزریں گے جیسے بجلی کا کوندا، کہ ابھی چمکا اور ابھی غائب ہوگیا۔ اور بعض تیز ہوا کی طرح، کوئی ایسے، جیسے پرندا اڑتا ہے اور بعض ایسے جیسے گھوڑا دوڑتا ہے اور بعض ایسے آدمی دوڑتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض گھسٹتے ہوئے اور بعض چیونٹی کی چال، پارگزریں گے۔

سوال: حوضِ کوثر کیا ہے؟

جواب : حشر کے دن اس پریشانی کے عالم میں اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی رحمت حوضِ کوثر ہے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مرحمت ہوا ہے۔ اس حوض کی مسافت ایک مہینے کی راہ ہے۔ اس کے کناروں پر موتی کے قبے ہیں، اس کی مٹی نہایت خوشبودار مشک کی ہے، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے

سے زیادہ میٹھا اور مشک سے زیادہ پاکیزہ ہے۔اس پر برتن ستاروں سے بھی گنتی میں زیادہ ہیں، جو اس کا پانی پیئے گا کبھی پیاسا نہ ہوگا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے اپنی امت کو سیراب فرمائیں گے۔اللہ تعالیٰ ہمیں بھی نصیب فرمائے، آمین!

سوال نمبر: ان تمام مرحلوں کے بعد آدمی کہاں جائیں گے؟

جواب :مسلمان جنت میں اور کافر دوزخ میں جائیں گے۔ اہل ایمان کے ثواب اور انعامات کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ بنائی ہے جس میں تمام قسم کی جسمانی وروحانی لذتوں کے وہ سامان مہیا فرمائے ہیں جو شاہانِ ہفت اقلیم کے خیال میں بھی نہیں آسکتے۔

اسی کا نام جنت و بہشت ہے۔اور گناہگاروں کے عذاب وسزا کے لیے بھی ایک جگہ بنائی ہے جس کا نام جہنم یا دوزخ ہے۔اس میں تمام قسم کے اذیت دہ طرح طرح کے عذاب مہیا کئے گئے ہیں، جن کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہوتے اور حواس گم ہو جاتے ہیں۔البتہ کچھ مدت کے بعد اپنے اپنے عمل کے موافق نیز انبیاء ▪ و ملائکہ و صالحین کی شفاعت سے اور آخر میں براہِ راست ارحم الرحمین کی مہربانی سے وہ سب گناہگار جنہوں نے سچے اعتقاد کے ساتھ کلمہ پڑھا تھا دوزخ سے نکالے جائیں گے۔صرف کافر باقی رہ جائیں گے اور دوزخ کا منہ بند کردیا جائے گا،جنتیوں کے چہرے سفید اور تروتازہ ہوں گے اور دوزخیوں کے سیاہ و بے رونق اور آنکھیں نیلی، جنت و دوزخ کو بنے ہوئے ہزارہا سال ہوئے اور وہ اب موجود ہیں۔

سوال: اعراف کسے کہتے ہیں؟

جواب: جنت اور دوزخ کے بیچ میں ایک پردہ کی دیوار ہے۔ یہ دیوار جنت کی نعمتوں کو دوزخ تک اور دوزخ کی کلفتوں کو جنت تک پہنچنے سے مانع ہوگی۔اسی درمیانی دیوار کی بلندی پر جو مقام ہے اس کو اعراف کہتے ہیں۔ اور اکثر سلف وخلف سے یہ بات منقول ہے کہ اہل اعراف وہ لوگ ہوں گے جن کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں۔ جب اہل جنت کی طرف دیکھیں گے تو انھیں سلام کریں گے جو بطور مبارک باد ہوگا،اور چونکہ ابھی خود جنت میں داخل نہ ہو سکے اس کی طمع او ر آرزو کریں گے اور انجام کا راصحابِ

اعراف جنت میں چلے جائیں گے۔

سوال : قیامت کے روز اس امتِ مرحومہ کی شناخت کس طرح ہوگی؟

جواب : میدان حشر سے جس وقت پلصراط پر جائیں گے اندھیرا ہوگا۔تب اپنے ایمان اور اعمال صالحہ کی روشنی ساتھ دے گی اور ایمان و طاعت کا نور اسی درجہ کا ہوگا جس درجہ کا ایمان وعمل ہوگا۔ یہی نور جنت کی طرف ان کی رہنمائی کرے گا اور اس امت کی روشنی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل دوسری امتوں کی روشنی سے زیادہ صاف اور تیز ہوگی۔ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن میری امت اس حالت میں بلائی جائے گی کہ منہ اور ہاتھ پاؤں آثارِ وضوء سے چمکتے ہوں گے تو جس سے ہوسکے چمک زیادہ کرے۔

جب تک زندہ ہو طلب علم سے باز نہ رہو کیونکہ طلب علم تمام مسلمانوں پر فرض ہے کیونکہ بہت سے آدمی بے علمی کی وجہ سے تباہی کے بھنور میں پھنس جاتے ہیں۔تمہیں چاہیے کہ خدا داں بھی بنو اور خدا خواں بھی،اور ایسا کام کرو کہ دنیا کے ساتھ ساتھ تمہارا دین بھی باقی رہے۔

ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہو۔ یاد رکھو کہ کپڑے کو پانی، زبان کو اللہ تعالی کا ذکر، اور تمہارے جسم کو نماز کا پابندی سے ادا کرنا پاک کر دیتا ہے۔تمہارے مال کو زکوۃ، تمہاری راہ کو مطالبۂ حقوق کرنے والوں کی رضا مندی اور تمہارے دین کو شرک سے بچنا پاک کر دیتا ہے۔

ماہ شوال المکرّم اور ہمارا معاشرہ

مولانا نصرت حسین زبیر ہاشمی نظامی صاحب

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ اس نے ہم سب کو ماہِ رمضان المبارک عطا فرمایا۔ اب ہم میں سے خوش نصیب ہے وہ شخص جس نے ماہِ صیام کی قدر کی۔ پھر اللہ رب العزت ہمیں عید الفطر کی خوشیاں عطا کیا ہے۔ یقیناً اس نعمت عظمیٰ پر جتنا شکر بجالائیں، کم ہے، کیونکہ ایسی نعمتہر ایک کو بار بار حاصل نہیں ہوتی ، جیسے ہی عید الفطر کی خوشی مکمل ہوئی تو ہمارے بعض بھائی یہ سمجھتے ہیں کہ اب ہمیں کوئی عبادت نہیں کرنی چاہئے ، کیونکہ ہم نے ماہ رمضان المبارک میں عبادتوں، ریاضتوں، مجاہدات اور ثواب حاصل کرنے والی اشیاء کو اختیار کیا ہے۔اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ سوچ بالکل غلط ہے۔ یاد رکھئے! جب تک ہمیں اس دنیا میں زندگی گزارنے کا موقع ملتا رہے گا تب تک ہم بندوں پر اللہ تعالیٰ کی عبادت اور رسول اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کی اطاعت واجب ولازم ہے۔ اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔

اب ماہِ شوال المکرّم کی آمد ہوچکی ہے۔ اس مبارک مہینے کے تعلق سے حدیث پاک میں ہے کہ حضور نبی اکرم علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ ’’جس کسی نے ماہِ رمضان المبارک کے روزوں کے ساتھ ساتھ اگر ماہِ شوال المکرّم میں چھ روزے رکھے، چاہے وہ تسلسل کے ساتھ ہو یا بغیر تسلسل کے، تو وہ شخص ایسا ہے کہ اس نے تمام زمانے کے روزے رکھا‘‘۔ سبحان اللہ۔ تو پتہ چلا کہ روزوں کی کتنی عظمت وفضیلت ہے، ہم تمام مسلمانان عالم پر یہ ذمہ داری ہے کہ اس طرح کی چیزوں کو اختیار کرنے کے لئے پیش پیش رہیں تاکہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے مقبول بندوں کی فہرست میں شامل فرمالے۔

طالبِ دنیا ’’کلب‘‘ کی طرح جیسا کہ ہمارے

ذہن میں یہ بات داخل ہوچکی ہے کہ ہمیں دنیا کی ہر چیز حاصل ہوجائے، عیش وعشرت، نفسانی خواہشات وغیرہ، تو یاد رکھ لیجئے کہ صرف دنیا کو حاصل کرنا ایک مسلمان کی عادت نہیں ہے بلکہ یہ عادت کسی اور مذہب کے ماننے والے کی ہوتی ہے۔جیسا ایک حدیث پاک میں حضور نبی اکرم علیہ الصلوۃ والسلام نے دنیا اور دنیا دار کی مثال دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ ترجمہ: ”دنیا ایک حقیر یعنی معمولی چیز ہے اور اس دنیا کا طلب کرنے والا ایک کلب (یعنی کتے) کی طرح ہے“ (الحدیث) اور یہ بات بالکل عیاں ہے کہ جتنے لوگ صرف دنیا کو طلب کرنے میں لگے رہتے ہیں وہ یقیناً ایک حریص یعنی لالچی ہوتے ہیں۔اور اس کیلئے کچھ بھی کرنے تیار ہوجاتے ہیں۔

ائے مسلمانو ! ہماری یہ عادت ہونی چاہئے کہ دنیوی زندگی کو ہی سب کچھ نہ سمجھ بیٹھیں، بلکہ یہ دنیا ہم مسلمانوں کیلئے ایک امتحان کا مقام ہے جس طریقہ سے ہم جب کبھی کوئی امتحان دینے کا ارادہ رکھتے ہیں تو پہلے امتحان کی تیاری کرتے ہیں اس کے بعد امتحان دینے کے لئے مستعد رہتے ہیں۔ٹھیک اسی طرح ہمیں اس دنیا میں آخرت کی تیاری کرنا چاہئے تاکہ وہاں کامیابی وسرفرازی حاصل ہوجائے۔

معاشرہ اور ہماری کوتاہیاں:۔

ہمارا مسلم معاشرہ (سوسائٹی) جو دیگر تمام معاشروں میں بہتر اور ممتاز ہے لیکن ہم میں سے کچھ لوگوں نے کوتاہیوں کے ذریعہ اس معاشرہ کو بدنام کرنا شروع کیا ہے۔ نہ انہیں شریعت کا لحاظ، نہ لباس کا، نہ ظاہر کا، نہ باطن کا، نہ سماعت درست، نہ بصارت، نہ گویائی، نہ کسی کا ادب، نہ کسی کا خیال، بس کسی سے کچھ بات کریں تو غیبت، چغلخوری، فسق وفجور، فحش باتیں، فحش مناظر، فحش مطالعات، بُری صحبت، شریعت کی منع کردہ بُری اشیاء کا استعمال کرنا، ہر کسی کو تکلیف دینا، نامناسب مقامات کا دورہ کرنا۔ یہ سب ایسی چیزیں ہیں جس کے ذریعہ نہ صرف اس کو اختیار کرنے والا انسان بُرا ہوتا ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ معاشرہ بھی بدنام ہوتا ہے۔آج یہی سب کچھ ہورہا ہے۔جس سے بچنا ہر مسلمان کے لئے

بہت ضروری ہے۔

ضرورتِ زندگی اور مقصدِ زندگی:۔

اگر ہم ہماری زندگی کا جائزہ لیں تو پتہ چلے گا کہ ہماری زندگی کیسے آگے بڑھ رہی ہے، جب کہ ہمیں کیسے گزارنا چاہئے تھا۔ چنانچہ بتلایا گیا ہے کہ زندگی گزارنے کے دو طریقے ہیں (۱) ضرورتِ زندگی (۲) مقصدِ زندگی۔ یہ دونوں چیزیں قابل غور ہیں تا کہ ہمیں بہتر طور پر زندگی گزارنے کا موقع ملے۔ ضرورتِ زندگی: دنیا کا علم حاصل کرنا۔ مقصدِ زندگی: دین کا علم حاصل کرنا۔ ضرورتِ زندگی کو اسلئے ہمیں اختیار کرنا چاہئے تا کہ اس کو دنیا میں روزی روٹی کے لئے ذریعہ بنایا جائے، اور مقصدِ زندگی کو اس لئے اختیار کرنا ہے کہ اس سے دارین میں کامیابی نصیب ہوجائے۔

لیکن آج ہمارا مسلم نوجوان صرف اور صرف ضرورتِ زندگی کے پیچھے پڑا ہے اور اسی کو سب کچھ سمجھ بیٹھا ہے، جو کہ سراسر غلطی ہے، اور مقصدِ زندگی کو تو حاصل کرنا اس کو معلوم ہی نہیں ہے، اس لئے کہ موجودہ ماحول کے حساب سے اگر کوئی زبان یا علم حاصل کرے تو اس کو کسی شخص کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی، یہ سمجھ کر حاصل کیا جائے تو درست ہے، اور علم دین کو اختیار کرنا مثلا حافظِ قرآن بننا، عالمِ دین با عمل بننا، اس سے آمدنی کیا حاصل ہوگی اور اس سے ہماری زندگی کیسے گزرے گی تو یہ سمجھنا بالکل نااہل کی علامت ہے۔ ایک سمجھدار انسان کی علامت ہرگز نہیں ہوسکتی۔ اللہ تعالی ہم سب کو ہر حال میں تجھے راضی کرنے اور مقصدِ زندگی کو اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ امین۔

> ہماری یہ عادت ہونی چاہئے کہ دنیوی زندگی کو ہی سب کچھ نہ سمجھ بیٹھیں، بلکہ یہ دنیا ہم مسلمانوں کیلئے ایک امتحان کا مقام ہے جس طریقہ سے ہم جب کبھی کوئی امتحان دینے کا ارادہ رکھتے ہیں تو پہلے امتحان کی تیاری کرتے ہیں اس کے بعد امتحان دینے کے لئے مستعد رہتے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح ہمیں اس دنیا میں آخرت کی تیاری کرنا چاہئے تا کہ وہاں کامیابی وسرفرازی حاصل ہوجائے۔

تعلیم اور مسلمان

مولانا سلیم احمد صدیقی نظامی صاحب

تعلیم کسی بھی قوم کے لیے ترقی کا اہم اور بنیادی ذریعہ ہوتا ہے، جو قومیں علم حاصل کرتی ہیں اور اس کی روشنی سے بھرپور فائدہ اٹھاتی ہیں وہی قومیں سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں ترقی کر کے دنیا پر حکمرانی کا خواب دیکھتی ہیں اور باقی دنیا کو اپنے پیچھے چلنے پر مجبور کرتی ہے،
لیکن جو قومیں حصول علم میں کوتاہی برتتی ہیں، اور اس کی روشنی سے فائدہ اٹھانے میں ناکام رہتی ہیں اسے ترقی یافتہ قوموں کی غلامی کا طوق اپنے گردن میں ڈالنے پر مجبور ہونا پڑتا ہے۔ تعلیم اور مسلمان کا چولی دامن کا رشتہ رہا ہے، مسلمانوں کے نزدیک تعلیم کی اہمیت اس لیے بھی مسلّم ہے کہ مسلمانوں کے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا آغاز ہی لفظ ''اقراء'' کے ذریعہ ہوا جس کے معنی ہی ہیں ''پڑھو''۔ اتنا ہی نہیں بلکہ قرآن وحدیث میں جگہ جگہ حصول علم کی ترغیب دی گئی ہے، اور عالم وجاہل کے فرق کو بینا اور نابینا کے فرق سے سمجھایا گیا ہے، حدیث میں تو روزمرہ کی ضروریات کے بقدر علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض قرار دیا گیا ہے، کہیں حصول علم کی ترغیب دیتے ہوئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ علم حاصل کرو ماں کے گود سے قبر میں جانے تک، اور کہیں یہ فرمایا کہ علم حاصل کرو چاہے اس کے لیے تمہیں چین کا سفر کرنا پڑے، قطع نظر احادیث کے صحیح اور ضعیف کے، اتنی بات تو طے ہے کہ بہر حال علم کی حیثیت اور اس کی اہمیت مسلّم ہے، اور اس کی اہمیت سے کوئی بھی باشعور انسان انکار نہیں کر سکتا۔

ایک طرف تو وہ قوم اور امت کہ اللہ نے جس کے پیغمبر کو سب سے پہلی وحی ''پڑھنے'' کے حکم کی شکل

میں بھیجی،قرآن کریم میں جگہ جگہ علم کی اہمیت کو بیان کیااس نبی کی امت پر ناخواندگی کا لیبل لگے،افسوس صدافسوس! جی ہاں! ۲۰۰۴ء میں کانگریس جب ایک لمبے عرصہ کے بعد اقتدار میں واپس آئی تو اسے یہ خیال ہوا کہ جس قوم کے بل بوتے اس نے یہ اقتدار حاصل کیا ہے، ہندستان میں اس قوم کی تعلیمی، معاشی،اور سماجی صورت حال کیا ہے؟ ذرا اس کا جائزہ لیا جائے،اس نیک مقصد کے لیے منموہن حکومت نے جسٹس راجندر سچر کی سربراہی میں ایک کمیٹی تشکیل دی جس کا بنیادی مقصد تھا کہ پورے ملک کا تحقیقی سروے کرکے یہ اعدادوشمار حاصل کیے جائیں کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی اقتصادی،تعلیمی اورسماجی حیثیت کیا ہے؟ جسٹس راجندر سچر نے بڑی ایمانداری اورجانفشانی سے پورے ہندوستان کا جائزہ لیا،انہوں نے اس جائزہ کے دوران مرکزی حکومت، ریاستی حکومت،اسی طرح مرکزاورریاست کے ماتحت آنے والے تمام محکمے،سرکاری،نیم سرکاری اور پرائیوٹ تعلیمی اداروں نیز مدارس کا جائزہ لیااور یہ ان جگہوں پر مسلمانوں کی تعدادکیا ہے اس کے اعدادوشمار حاصل کیے؟ ویسے تو یہ جائزہ مسلمانوں کی زندگی کے تمام شعبہ ہائے سے متعلق تھا،لیکن اس وقت مجھے صرف مسلمانوں کی تعلیمی صورت حال پر گفتگوکرنی ہے،کیوں کہ ہرطرح کی ترقی کا رازتعلیم میں ہی پنہاں ہے۔جسٹس راجندرسچر نے اپنی یہ رپورٹ نومبر ۲۰۰۶ء میں حکومت ہندکوپیش کردی،جس کوتقریباًے سال سے زیادہ کا عرصہ ہو چکا ہے۔

غورکرنے کا مقام ہے کہ جسٹس راجندرسچر نے اپنی جورپورٹ پیش کی ہے اس رپورٹ میں بحیثیت مجموعی مسلمان اس ملک میں انتہائی پسماندہ ہیں، نہ تو معاشی طور پر مضبوط ہیں، اور نہ ہی سماجی طور پر دیگرقوموں کے مقابلہ میں اچھی پوزیشن میں ہیں،رہامسئلہ تعلیم کا توتعلیم کے علمبردارہونے کے باوجودوہ اس میدان میں بھی پسماندہ ہیں۔مسلمانوں کے تئیں عوام کا ایک عام رجحان یہ ہے کہ وہ بنیادپرست ہیں اورقدامت پرست ہیں،اسی لیے یہ اپنے بچوں کوصرف اورصرف مذہبی تعلیم دیتے ہیں،لیکن سچر رپورٹ

نے اس سوچ کی بھی قلعی کھول کر رکھ دی ہے کہ مسلمانوں کے صرف ۴ فیصد بچے ہی مدارس میں تعلیم حاصل کرتے ہیں، یہ اعداد و شمار صرف عام لوگوں کے لیے ہی نہیں بلکہ خود مسلمانوں کے لیے کسی لمحۂ فکریہ سے کم نہیں ہے کہ صرف ۴ فیصد بچے ہی مدارس میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں جب کہ یہ اعداد و شمار تو کم و بیش ۵۰ فیصد ہونے چاہئیں لیکن مسلمان اس میں بھی پیچھے ہیں، بقیہ ۶۶ فیصد سرکاری اسکولوں میں جب کہ ۳۰ فیصد پرائیویٹ اسکولوں میں ہیں، جناب سچر کی رپورٹ کے حوالہ سے جب ہم دیکھتے ہیں تو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اسکولوں، کالجوں اور یونیورسیٹیوں میں بھی ہماری تعداد انگلیوں پر گنے جانے کے لائق ہے۔ جہاں ہندوستان کی مجموعی شرح خواندگی ۲۰۰۱ء کی مردم شماری کے مطابق ۵۶ فیصد ہے وہیں مسلمانوں میں یہ شرح ۵۹ فیصد ہی ہے، جب کہ ہندو ۶۵ فیصد، عیسائی ۸۰ فیصد، سکھ ۶۹ فیصد، بدھ ۷۲ فیصد اور ۹۴ فیصد کے ساتھ جین مذہب سب سے اوپر ہے۔ مسلمانوں میں مرد کی شرح خواندگی ۶۷ فیصد اور عورت ۵۰ فیصد ہے، جو کہ اوپر شمار کرائے گئے تمام مذاہب کے ماننے والوں میں سب سے کم ہے۔ آخر ایسا کیوں؟ جس مذہب کی بنیاد ہی تعلیم و تعلم پر ہے، جس کے پیشوا کی سینکڑوں احادیث اور قرآن کی بے شمار آیات حصول علم کی تلقین سے پر ہے، آخر اس قوم کے متبعین میں شرح خواندگی کی یہ افسوسناک شرح کیوں ہے؟ کیا اس سے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی ہے کہ ہم اپنے مذہب اور مذہبی تعلیمات سے کتنے دور ہو چکے ہیں؟ ذرا یاد کریں وہ وقت جب پوری دنیا پر ہمارے علم و تحقیق کا ڈنکا بجتا تھا، دنیائے سائنس اور طب کی بڑی بڑی ایجادات کا سہرا ہمارے محققین کے سر جاتا ہے، لیکن ہماری کوتاہی اور ہماری علم سے دوری نے ان ایجادات کا کریڈٹ ہم سے بڑے شاطرانہ انداز سے چھین کر اپنے سر لے لیا اور ہم کچھ نہ کر سکے۔

سچر کمیٹی کی رپورٹ ہمارے لیے سامان عبرت ہے، اسے صرف سیاسی ہتھکنڈہ نہیں بنانا چاہیے بلکہ ہمیں غور کرنے کی ضرورت ہے کہ آخر اس

کا ذمہ دار کون ہے؟ کیا صرف حکومت پر اس کی ذمہ داری ڈال دینا کافی ہوگا یا ہمیں یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ ہم اپنے لیے اور اپنی قوم کے لیے کتنے کار آمد ہیں؟ اگر ہمیں اللہ نے اتنی سہولت دی ہے کہ ہم اپنے پڑوس کے پانچ بچوں کی تعلیم کا انتظام کر سکتے ہیں تو کیا ہم نے ایسا کیا؟ ذرا غور کریں کہ سچر کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق مسلمانوں کے ۶۔۱۴ سال کی عمر کے تقریباً ۲۵ فیصدی بچے ایسے ہیں جو یا تو کبھی اسکول گئے ہی نہیں یا گئے تو انہوں نے بیچ میں ہی تعلیم کو خیر آباد کہہ دیا، ہے کوئی صاحب استطاعت مسلمان جس نے کبھی اپنے محلّہ میں یہ جاننے کی کوشش کی ہو کہ اس کے محلّہ میں کتنے ایسے بچے ہیں جو کبھی اسکول نہیں گئے یا جنہوں نے بیچ میں ہی اسکول چھوڑ دیا ہو؟

شاید ہی ہندستان کا کوئی ایسا گاؤں ہو جہاں اس طرح کے صاحب استطاعت لوگوں کی کمی ہو؟ ممکن ہے کچھ ایسے بھی مخیّر حضرات ہوں ؟ یا کیا کبھی کسی غیر سرکاری تنظیم جو مسلمانوں کے لیے کام کرتی ہے اس نے کوئی انتظام کیا؟ اس سوال کا جواب سب جانتے ہیں۔

حکومت نے جسٹس راجندر سچر کو یہ ذمہ داری سونپی تھی کہ وہ ہندستانی مسلمانوں کی تعلیمی، معاشی اور سماجی صورت حال کا جائزہ لیں، انہوں نے نومبر ۲۰۰۶ء میں اپنی یہ رپورٹ یا یوں کہہ لیں کہ مسلمانوں کی زبوں حالی کا قرطاس ابیض حکومت کے سپرد کر دیا، جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے اور خبروں کی دنیا سے باخبر رہنے والا ہر شخص بخوبی جانتا ہے کہ اس رپورٹ کے آنے کے بعد مسلمانوں کا ہمدرد کہلانے والی بڑی بڑی تنظیموں نے بڑے بڑے اجلاس کیے، حکومت سے مطالبہ کیا کہ جسٹس سچر نے رپورٹ کے تناظر میں جو سفارشات پیش کی ہیں اس کو جلد از جلد نافذ کیا جائے، اس طرح مطالبے ہوتے رہے اور حکومت نے اپنی ایک مدت پوری کر لی، پھر حکومت اسی رپورٹ کو ساتھ لے کر دوبارہ انتخاب کے میدان میں اتری اور مسلمانوں کے سامنے یہ دہائی دی کہ دیکھئیے آپ کی زبوں حالی اور بدحالی کا پلندہ ہمارے سامنے ہے ہماری ”مخلصانہ

اورایماندارانہ‘‘ کوشش ہے کہ ہم اسے نافذ کریں گے لیکن اس کے لیے آپ کو ہمیں ایک اور موقعہ دینا ہوگا،اگر ہمیں آپ نے موقع نہیں دیا تو یادرکھیں پورا ملک گجرات بن جائے گا،بھلا مسلمان کیسے نہ اعتبار کرتا اورانہوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر دوبارہ اقتدا سونے کی تھالی میں سجا کر کانگریس کو پیش کر دیا،اب دوسری مدت بھی ختم ہونے والی ہے،لیکن مسلمانوں کا کتنا بھلا ہوا یہ سب کو معلوم ہے؟ ۲۰۱۴ء کا لوک سبھا الیکشن بس آیا ہی چاہتا ہے کہ اچانک سچر کمیٹی رپورٹ یعنی مسلمانوں کی بدحالی کا قرطاس ابیض کوردی کی ٹوکری سے پھر سے نکالا گیا اور ایک ایسے وقت میں جب کہ حکومت کو اور حکومت کے وزیر باتدبیر کو بھی اچھی طرح معلوم ہے کہ اب کچھ نہیں کرسکتے انہوں نے ایک بار پھر بدحال مسلمانوں کی قسمت کو جادوئی چھڑی سے سدھارنے کا اعلان داغ دیا،ہونا کیا تھا ایک بار پھر سے میڈیا کے ساتھ ساتھ مسلم تنظیموں کو بھی موقع مل گیا،اور حکومت بھی خوش ہوگئی کہ ہمیشہ کی طرح ایک بار پھر مسلمان ہمارے دام میں پھنس چکا ہے۔اوراسی دوران اقلیتی امور کے وزیر باتدبیر جناب کے۔رحمان خان صاحب نے مسلمانوں کے لیے ایک خوش نما اعلان کیا کہ حکومت ہندوستان میں اقلیتوں کے لیے پانچ یونیورسیٹیاں قائم کرے گی،اب ان سے کون پوچھے کہ پہلے سے جوادارہ اقلیتوں کا ہے وزیر صاحب! پہلے اس کا تو اقلیتی کردار بحال کردیں،پھر آپ یہ پانچ یونیورسیٹیاں قائم کریں،ایک سوال کے جواب میں وزیر موصوف نے کہا کہ کیا اگر الیکشن آنے والے ہیں تو ہم کوئی کام ہی نہ کریں،تو ان کا جواب یہ بھی ہے کہ اقلیتوں کی حالت زار کا علم ہوئے تقریباً سات سال کا عرصہ گذر چکا ہے ،ان سات سالوں میں آپ نے اعلانات کے سوا کچھ کیا بھی ہے؟ جب کہ ان کا دعویٰ ہے کہ سچر کمیٹی کی ۳۷ سفارشات میں سے تقریبا ۲۰ سے زیادہ سفارشات کا نفاذ ہو چکا ہے،تو اب یہ ایک بڑا سوال ہے کہ ان سفارشات کا نفاذ کب اور کیسے ہوا؟ جس طرح حکومت اپنے چار سالہ کارکردگی کی رپورٹ کارڈ جاری کرتی ہے تو وزارت اقلیتی

امورکوبھی چاہیے کہ وہ سچر کمیٹی کی رپورٹ کی سفارشات پرعلاحدہ رپورٹ کارڈ جاری کریں تا کہ مسلمانوں کوبھی پتہ چلے کہ حکومت نے ان کے لیے کیا کیا کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں اورانہیں ان کا فائدہ کیسے ملے گا؟

جہاں تک جناب کے۔رحمان خان صاحب کے ذریعہ اقلیتوں کے لیے ۵ یونیورسٹیوں کے قیام کا اعلان ہے،تواگرواقعی حکومت اس میں مخلص ہے تو صحیح معنوں میں یہ بڑا خوش آئندقدم ہوگالیکن ماہرین قانون کا ماننا ہے کہ دستور میں اس طرح کی یونیورسٹیوں کے قیام کی اجازت نہیں ہے۔

اوراگرایسا ہوتا ہے تو یہ معاملہ سپریم کورٹ میں جا کرا ٹک جائے گا جو کہ کانگریس کے لیے سودمند ہی ثابت ہوگا کیوں کہ اس صورت میں ایک بارپھروہ انہی زیرالتوامعاملوں کی بنیاد پراقلیتی ووٹ حاصل کرنے میں کامیاب ہوجائے گی۔ بہرکیف! اگر یونیورسٹیاں قائم ہوتی ہیں اوروہ خاص مسلمانوں کے لیے ہوتی ہیں تواس سے فائدہ ہوگا کیوں کہ اس وقت مسلم گریجویٹ کا تناسب قومی سطح پرصرف ۶،۳فیصد ہے اورتکنیکی گریجویٹ کا تناسب توبالکل ہی کم ہے یعنی اعشاریہ ۴ فیصد ہے،اسی طرح منیجمینٹ کے اعلیٰ اداروں میں یہ تناسب صرف اورصرف ۳،۱فیصد ہے۔تواگرقومی سطح پرپانچ یونیورسٹیاں قائم ہوتی ہیں تو مسلمانوں کواپنی شرح خواندگی بڑھانے میں یقیناً کچھ نہ کچھ فائدہ ہوگا۔

جسٹس راجندرسچرکمیٹی کی رپورٹ کومحض ایک رپورٹ سمجھنا ہماری کوتاہ علمی ہوگی بلکہ اسے سامان عبرت سمجھنا ہوگا،اوراس کے تناظرمیں ہمیں اپنا محاسبہ کرنا ہوگا،میں ان حضرات سے معذرت کے ساتھ کہ جوصرف اورصرف اپنی زبوں حالی کا ذمہ دارحکومت کوٹھہراتے ہیں،میں اس کے لیے صرف اورصرف اپنی قوم اوراپنی قوم کے رہبرکوذمہ دارسمجھتا ہوں،ہندستان میں سب سے زیادہ

شرح خواندگی جین مذہب میں پائی جاتی ہے،۴۹ فیصدان کی شرح خواندگی ہے تو کیا یہ حکومت کی دین ہے نہیں؟ ہرگز نہیں! بلکہ یہ ان کی بیداری ہے،اسی طرح کے ہندستان کے بعض صوبوں میں شرح خواندگی قومی اوسط سے کہیں زیادہ ہے تو کیا ان سب کے پیچھے حکومت کی کرم فرمائی ہے؟

اگر ہے تو اس کی کیا وجہ ہے؟ اسے جاننے کی کبھی کوشش کی ہے ہمارے رہنماؤں نے ؟نہیں! صرف اجلاس طلب کر لینے ،میمورنڈم پیش کر دینے اور اخباری بیان بازی سے اس قوم کی حالت سدھرنے والی نہیں ہے، بلکہ اس کے لیے اپنے اندر بیداری لانی ہوگی، بہار کے حضرت مولانا محمد ولی رحمانی نے کیا حکومت کے تعاون سے رحمانی۔۳۰ کی بنیاد ڈالی ہے؟ ذرا غور کریں کہ رحمانی۔۳۰ کے طلبہ آج کس مقام پر ہیں،آج ضرورت ہے کہ ہر صوبے نہیں بلکہ ہر ضلع میں ایک ولی رحمانی پیدا ہو جو قوم کے مستقبل کو اونچی تعلیم اور بلند فکر دے سکے،حکومت کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے بہتر ہے کہ ہر وہ شخص جو اپنے ایک بچہ کی تعلیم کے اخراجات برداشت کرنے کے قابل ہے وہ اپنے پڑوس کے ایک بچہ کا بھی تعلیمی خرچ برداشت کرے۔

اسی طرح جس شخص کو اللہ نے استطاعت دی ہے وہ ہر محلّہ اور گاؤں میں ایسے مکاتب اور اسکول کے قیام کی کوشش کرے کہ جہاں قوم وملت کے مستقبل کو سنوارا جا سکے،ضروری نہیں کہ تنہا اس کام کو انجام دے بلکہ اپنی زیادہ سے زیادہ شراکت ادا کر کے قوم کے دیگر مخلص اور کار آمد لوگوں کو بھی ساتھ لے اور اجتماعی طور پر یہ کام کرے،اگر ہر شخص اپنے پڑوس،محلّہ اور گاؤں کی فکر کر لے تو انشاء اللہ وہ دن دور نہیں کہ اس ملک کا ہر مسلمان تعلیم یافتہ ہوگا، ہر گھر سے علم کی روشنی پھوٹے گی جو اپنے ساتھ بہت سارے گھروں کو منور کر دے گی۔انشاء اللہ،بس ضرورت ہے عزم وحوصلہ کی اور اخلاص وللّٰہیت کی۔

نئی نسل کے تحفظ کا مسئلہ

ہندوستان کثرت آبادی پر مشتمل ملک مانا جاتا ہے،اسکی آبادی کا تخمینہ ایک سو بیس کڑوڑ سے کیا گیا ہے،جس میں اسی کڑوڑ آبادی نوجوان نسلوں کی مانی گئی ہے،جس ملک کے کثیر شہری نوجوانوں پر مشتمل ہوں اس ملک کی ترقی کے امکانات بھی بہت زیادہ روشن ہوجاتے ہیں۔نوجوان ملک وقوم کی ریڑھ کی ہڈی کہلاتے ہیں انکی سدھار سے ملک وقوم کی سدھار وابستہ رہتی ہے،ان کا بگاڑ وفساد ملک وقوم کی بگاڑ کا موجب ثابت ہوسکتا ہے۔نوجوانوں کی نسبت سے بڑی روح فرسا خبر ۶ جولائی ۲۰۱۷ء کے روزنامہ سیاست میں شائع ہوئی ہے کہ ہماری نئی نسل منشیات کے دلدل میں پھنس گئی ہے جو سارے ملک کیلئے ایک خطرہ کی گھنٹی ہے۔

ذرائع ابلاغ کے مطابق شہر حیدرآباد کے کئی تعلیمی اداروں کے طلبہ وطالبات اس لعنت میں گرفتار ہیں ،ڈرگس مافیا نوجوان نسل کو تباہی وبربادی کے دہانے پر پہنچا رہا ہے،منشیات کی عادی نوجوان لڑکیاں اپنے شوق کی تکمیل کیلئے اپنی عزت وآبرو نیلام کرنے اورنوجوان لڑکے ڈکیتی وچوری پر مجبور ہوگئے ہیں۔یہ بھی اطلاع ہے کہ ڈرگس مافیا کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ نوجوان نسل کو پہلے منشیات کا عادی بنادیا جائے جب وہ اسکے عادی ہوجاتے ہیں اور عدم سرمایہ کی وجہ ڈرگس کی فراہمی انکے لئے مشکل ہوجاتی ہے تو پھر ڈرگس مافیا اپنے مجرمانہ مقاصد کی تکمیل کیلئے انکا استحصال کرتا ہے اس طرح وہ مزید جرائم کے دلدل میں پھنستے چلے جاتے ہیں۔ماں باپ کھانے کمانے میں کچھ اس قدر مصروف ہیں کہ ان کو اپنی اولاد کی طرف دیکھنے کی فرصت نہیں اورجو وقت انکا فارغ ہوتا ہے وہ انکی تفریحی مشاغل کے نذر ہوجاتا ہے۔

اپنے بچوں کی تعلیمی ترقی اورانکی اخلاقی صورتحال

کی طرف توجہ کی کوئی فکر نہیں رہتی، کم سنی ہی سے ان کو تعلیمی اداروں کے حوالہ کر دیا جاتا ہے، جب کہ وہ ماں کی آغوش محبت اور باپ کے سایہ شفقت میں وقت گزارنے کے فطرتاً محتاج ہوتے ہیں۔ اس لئے ماہرین نفسیات چھ سال کی عمر سے پہلے بچوں کی تعلیمی اداروں میں شرکت اوران پر تحصیل علم کی پابندی کا بوجھ ڈالنے کے مخالف ہیں، البتہ پیدائش سے لیکر چھ سال کی عمر تک کا زمانہ تربیت پانے کے اعتبار سے بڑا اہم مانا گیا ہے چونکہ یہ دور ماں باپ کے ساتھ رہتے ہوئے انکی نشست و برخواست، طرز گفتگو، رکھ رکھاؤ وبرتاؤ میں انکے اخلاق کریمانہ، زندگی گزارنے کے طور طریق میں انکی سلیقہ مندی سے بہت کچھ سیکھنے کا ہے، گھریلو ماحول سے دور کر کے گویا ہم نے بچوں کا بچپن چھین لیا ہے اور ماں باپ سے تربیت پانے کے موقع سے انکو محروم کر دیا ہے۔

ماں باپ کا فرض ہے کہ بچوں کو چھ سال کی عمر تک مادرانہ اور پدرانہ ماحول میں پرورش پانے سے محروم نہ کریں۔

ماہرین نفسیات کی آنکھ کھلی ہے لیکن نباض فطرت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے اس پر از حکمت راز سے آج سے چودہ سو سال قبل ہی اپنے اس ارشاد پاک کے ذریعہ پردہ اٹھا دیا ہے کہ ''اپنے بچوں کو جب وہ سات سال کے ہو جائیں تب نماز پڑھنے کی تاکید کرو'' (سنن ابی داؤد) علامہ کاسانی رحمہ اللہ نے اس عمر کے بچوں کو طہارت ونماز وغیرہ کے آداب سکھانے کی ہدایت کی ہے (بدائع الصنائع ۱؍۹۵۳) اسلئے چھ سال کی عمر کے بعد بچوں کو اچھے اور مناسب تعلیمی اداروں میں شریک کروائیں اور وہاں بھی انکی ضرور نگرانی رکھیں، تعلیمی ادارے جہاں بچوں کو زیورہ علم سے آراستہ کیا جاتا ہے اور انکی اخلاقی تربیت کر کے انکو نکھارا اور سنوارا جاتا ہے انکا بھی فرض ہے کہ وہ اپنی ذمہ داری کو محسوس کریں، ملک وملت کے عظیم سرمایہ (نوجوان نسل) کو ضائع ہونے کے بچائیں۔ تربیت وتعلیم جسکا سلسلہ ماں کی آغوش سے شروع ہوتا ہے جو گھریلو ماحول، مدارس وکالجس اور معاشرہ کے حال وماحول تک

پھیلا ہوا ہے،ان سب کا پاکیزہ ہونا بچوں کی زندگی پر گہرے نقوش چھوڑتا ہے،سیکھنے کے یہ سارے مواقع اگرغیر اسلامی طرز کے ہوں ،اسلامی اخلاق وعادات ، پاکیزہ تہذیب وتمدن جیسے اعلی اقدار ان مواقع میں اگر مفقود ہوں تو بچے اسکے مضراثرات سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔اسی لئے اسلام آداب واخلاق پر بہت زور دیتا ہے،فواحش ومنکرات اورسوءاخلاق سے سخت اجتناب کی تلقین کرتا ہے ان پاکیزہ بنیادوں پر جس معاشرہ کی تشکیل ہوگی ظاہر ہے وہ ایک پاکیزہ معاشرہ ہوگا اوراس میں پلنے والی نسلیں اعلی اقدار وبلند اہدف کو نصب العین بنا سکیں گی اورملک وملت کیلئے ایک اچھا سرمایہ ثابت ہوسکیں گی۔ا

یک صالح معاشرہ کی تشکیل میں صالح نوجوان نسل کا بڑا رول ہوتا ہے ،ایک اچھے معاشرہ کی تعمیر اسکے بغیر ممکن نہیں ،نئ نسل کی ذہن سازی وکردارسازی اسکی پیدائش کے دن سے ہی شروع ہوجاتی ہے، بوقت ولادت نومولود کے سیدھے کان میں اذان وبائیں کان میں اقامت کی اسلامی ہدایت (سنن الترمذی) گویا اس دنیا میں اسکی آمد کے ساتھ اسکی صالح تربیت کی اولین بنیاد ہے۔ پیغام توحید ورسالت اسکے کانوں کے ذریعہ دل ودماغ میں بسا دیا جاتا ہے، پھر شعوری ولاشعوری طور پر اپنے حال وماحول کو دیکھنے اورسیکھنے کے مواقع اسکے لئے کھل جاتے ہیں،اسلئے نئ نسل کی تعلیم وتربیت میں پہلے والدین پھر گھریلو ماحول اور بیرونی ماحول بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

والدین ، خاندان ومعاشرہ کے بزرگ اصحاب ،تعلیمی اداروں کے اساتذہ وغیرہ کی لا پرواہی وعدم توجہی نوجوان نسل کی بگاڑ کا بڑا اہم سبب سمجھا جارہا ہے، اسلئے گھریلو ماحول خاص طور پر رسماً نہیں بلکہ حقیقتاً دیندارانہ ہو،معاشرہ کا ماحول پاکیزہ اعلی اخلاق واقدار پر مشتمل ہو ،تعلیمی ادارے پاکیزہ اخلاق واقدار کا عملی نمونہ ہوں، اساتذہ تعلیم کے ساتھ ساتھ نوجوان نسل کی تربیت کیلئے فکرمند ہوں تو منشیات جیسی لعنت میں گرفتار اور دیگر مخرب اخلاق ،عادات واطوار کی نوجوان نسل خوگر نہیں ہوسکتی۔ملک کو اس خباثت

سے پاک کرنے کے حکمران بھی پابند ہیں،اپنے ذاتی مفادات کیلئے مٹی بھر غیر سماجی عناصر جو نوجوان نسل کی زندگی کو داؤپر لگا رہے ہیں،اورانکے مستقبل کوتاریک کرکے ملک وقوم کو نقصان پہنچارہے ہیں،ان پر شکنجہ کسنے کی حکومت ذمہ دار ہے کہ انکو گرفتار کیا جائے اورعبرتناک سزادی جائے تاکہ کوئی دوسراایسے مجرمانہ حربوں کےاختیار کرنے کا تصور بھی نہ کرسکے۔

پانی جب سرسے اونچاہوگیا تب کہیں جاکر حکومت کے انتظامی ادارے اس جانب متوجہ ہوئے ،اور چونکادینے والے حقائق کے منظرعام پرآنے کا انکشاف کیا،ابتدائی مراحل میں کیوں یہ جرائم گرفت میں نہیں آسکے ؟انٹیلیجنس اورخود محکمہ پولیس اورتعلیمی اداروں وغیرہ کے ذمہ دارآخراس سے کیوں غافل رہے؟

ملک کے حکمرانوں اورقانو ن ساز ااداروں کا سب سے بڑا اہم ترین فریضہ تو یہ ہے کہ وہ پورے ملک میں نشہ آوراشیاء پرسخت پابندی عائد کریں ،حکومت اگر یہ چاہتی ہے کہ ملک جرائم سے پاک ہواورنوجوان نسل منشیات سے پاک وصاف زندگی گزارے اورقوم ملت کیلئے ایک اچھاسرمایہ ثابت ہوتو پھر یہ ضروری ہوجاتا ہے کہ مکمل نشہ بندی کا قانون نافذکیا جائے، یہاں تک کے نشہ آوراشیاء جیسے شراب وغیرہ کے کاروبار کے اجازت نامہ بالکلیہ جاری نہ کئے جائیں اورجو جاری ہوچکے ہیں انکومنسوخ کردیا جائے ورنہ شراب کے کاروبار کی اسی طرح حکومت سرپرستی جاری رکھےتو اس کے پس پردہ اسکی غیرقانونی تجارت کا راستہ حسب سابق کھلا رہیگا۔نشہ آوراشیاء کا استعمال نوجوان نسلوں کی عقل کومفلوج کردیتاہے اورانکے جسمانی صحت داؤپر لگ جاتی ہے اوراکثر کی موت کا یہی نشہ آوراشیاءسبب بن سکتی ہیں،اسکی وجہ معاشرہ میں جرائم پنپتے ہیں۔

ذرائع ابلاغ کےمطابق مخدرات ومنشیات کاایک بڑا مافیا ہے جوکرۂ ارض کو بڑی تیزی سے اپنی لپیٹ میں لے رہاہے،تجرباتی شواہد بتارہے ہیں کہ غیرتربیت یافتہ نوجوان نسل جلدانکے ہتھے چڑھ جاتی ہے۔ڈرگس مافیاکے مجرمانہ منصوبوں کو خاک میں ملانے کاایک ہی راستہ ہے وہ ہے

اسلام،اسلام سے پہلے کا سماج اس لعنت میں بری طرح گرفتار تھا،اسلام نے اسکی حرمت کے بتدریج احکام نازل فرمائے اورآخری حرمت کا جو حکم نازل ہوا اس میں بالکلیہ شراب کو حرام قرار دے دیا گیا۔

''اے ایمان والو! حق بات یہی ہے کہ شراب ،جوا،تھان اورفال نکالنے کے پانسے کے تیر یہ سب پلید وگندے اورشیطانی کام ہیں ان سے بالکلیہ بچے رہوتا کہ تم فلاح پا سکو۔ شیطان تو چاہتا یہی ہے کہ شراب وجوا کے ذریعہ تمہارے درمیان بغض وعداوت ڈال دے اللہ کے ذکر و نماز سے تم کو باز رکھے تو کیا اب بھی تم باز نہیں آؤ گے؟''(المائدۃ) ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہے کہ''حرمت شراب کی آیات کے نزول کے بعد آپ ﷺ سے اسکو مسجد میں پڑھ کر سنایا اور پھر شراب کے تجارت کو حرام کردیا'' آپ ﷺ کا ایک ارشاد پاک ہے''ہر نشہ آور شئی شراب ہے اور ہر نشہ آور شئی حرام ہے شراب نوشی کا عادی توبہ کے بغیر مرجائے تو جنت کی شرا ب سے محروم رہیگا۔(مسند احمد) حدیث پاک میں مروی ہے شراب کی نسبت سے اللہ سبحانہ نے دس افراد کو مستحق لعنت فرمایا ہے : شراب نچوڑنے اورنچوڑوانے والا ، پینے اور پلانے والا،خرید وفروخت کرنے والا،اٹھانے اورپہنچانے والا،اسکی قیمت کھانے والا اورجس کے لئے وہ خریدی گئی ہے یہ سب ملعون ہیں۔

ملحدانہ ودین بیزار طاقتیں جو اسلام ،مسلمانوں اورانسانیت کی سخت ترین دشمن ہیں،نوجوان نسل اورخاص طور پر مسلم نوجوانوں کا چاروں طرف سے گھیراؤ کررہی ہیں،مادی مفادات کے ساتھ ان کو یہ بات بھی عزیز ہے کہ کسی طرح مسلم نوجوانوں کو دین سے برگشتہ کردیا جائے اوران کو حرام چیزوں کا عادی بنایا جاکر بلنداہداف تک ان کی رسائی کوروکا جائے،ان کو غیر کارکرد اورمفلوج بناکر ملت کے عظیم سرمایہ(نوجوانوں)کو تباہ وتاراج کیا جائے۔ان حالات میں عموماً محافظین ملت اورخصوصا والدین کو اپنی ،اپنی اولاد اورملت کی فکر کرنے کی سخت ضرورت ہے،اس آیت پاک

کو سرمۂ بصیرت بنا لیا جانا چاہئے ''اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے اور اس پر ایسے فرشتے مقرر ہیں جو بڑے تندخو اور تیز مزاج ہیں اللہ نے ان کو جس کام کا حکم دیا اسکی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم دیا گیا ہے اسکو فوری بجالاتے ہیں'' (التحریم)

علامہ قرطبی فرماتے ہیں: ''ہم پر فرض ہے کہ ہم اپنی اولاد اور گھر والوں کو دینی تعلیم سے آراستہ کریں، اچھی اور عمدہ باتیں سکھائیں اور وہ آداب وہنر جو زندگی کا لازمہ ہیں انکی تعلیم دیں''۔ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے ''حسن ادب سے بڑھ کر اور کوئی تحفہ والد کی طرف سے اولاد کیلئے نہیں ہوسکتا'' (بخاری شریف)۔ درسگاہوں میں جبکہ عمومی طور پر تربیت کا فقدان ہے، اپنی اولاد کو بے راہ روی اور آوارہ مزاجی سے بچانے کیلئے ان کی خصوصی تربیت کی طرف توجہ کی بڑی ضرورت ہے، اس اہم کام سے ہماری غفلت، لاپرواہی بلکہ بے حسی جاری رہے تو اللہ نے والی نسلوں کا اللہ ہی حافظ ہے۔

حضرت منصور بن حمادؒ سے پوچھا گیا کہ حضرت دنیا کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا ''دنیا جتنی گذر چکی ہے وہ تو ایک خواب تھا اور جس قدر باقی رہ گئی ہے وہ محض آرزو اور دھوکہ ہے''۔

آپ سے پوچھا گیا شیطان کیا چیز ہے؟ آپ نے جواب دیا ایک ایسی ہستی ہے جس سے ڈرا جائے اگر اس کی اطاعت کی جائے تو اس سے کوئی فائدہ نہ حاصل ہو، اور اگر اس کی نافرمانی کی جائے تو اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچے۔

حضرت امام غزالیؒ نے فرمایا اگر دل پاک ہے تو جسم پاک ہے، دل پاک نہیں تو سارے جسم میں فساد ہوگا۔ اے ایمان والو بدگمانی سے بچو اکثر بدگمانی گناہ ہے۔ غرور یہ ہے کہ آدمی حق بات کو نہ مانے اور دوسروں کو ذلیل سمجھے۔ (حدیث شریف)

بسم اللہ: حضرت امام جعفر صادقؒ فرماتے ہیں ''با'' اس کی بقاء ہے اور ''س'' اس کی شان وشوکت ہے اور ''م'' اس کی ملکیت ہے۔ مومن کا ایمان اس کا زبان سے ذکر کرنا ہے۔

شوال المکرم کے فضائل

اسلامی سال کے دسویں مہینہ کا نام شوال المکرّم ہے۔اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ شوال بالفتح سے ماخوذ ہے۔جس کا معنی اونٹنی کا دم اٹھانا ہے۔اس مہینہ میں بھی حرب لوگ سیر وسیاحت اور شکار کھیلنے کیلئے اپنے گھروں سے باہر چلے جاتے تھے۔اس لئے اس کا نام شوال رکھا گیا۔اس مہینہ کی پہلی تاریخ کو عید الفطر ہوتی ہے۔جس کو یوم الرحمۃ بھی کہتے ہیں۔کیونکہ اس دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحمت فرماتا ہے۔اور اسی روز اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی کو شہد بنانے کا الہام کیا تھا اور اسی دن اللہ تعالیٰ نے جنت پیدا فرمائی اور اسی روز اللہ تعالیٰ نے درخت طوبیٰ پیدا کیا اور اسی دن اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت جبریل علیہ السلام کو وحی کیلئے منتخب فرمایا اور اسی دن میں فرعون کے جادوگروں نے توبہ کی تھی۔(غنیۃ الطالبین)اور اسی مہینہ کی چوتھی تاریخ کو سید العالمین رحمۃ للعالمین ﷺ نجران کے نصرانیوں کے ساتھ مباہلہ کیلئے نکلے تھے۔اور اسی ماہ میں اُحد کی لڑائی شروع ہوئی۔جس میں سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے اور اسی ماہ کی پچیس تاریخ سے آخر ماہ تک جتنے دن ہیں وہ قوم عاد کے لئے منحوس دن تھے۔جن میں اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کو ہلاک فرمایا تھا۔(عجائب المخلوقات)

شوال کی فضیلت: یہ مبارک مہینہ وہ ہے کہ جوحج کے مہینوں کا پہلا مہینہ ہے اسے شہرالفطر بھی کہتے ہیں۔اس کی پہلی تاریخ کوعیدالفطر ہوتی ہے۔جس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بخشش کا مژدہ سناتا ہے۔جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: ’’جب عید کا دن آتا ہے یعنی عیدالفطر کا دن۔تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے فرشتوں پر فخر فرماتا ہے۔پس فرماتا ہے کہ اس مزدور کی کیا مزدوری ہے جس نے اپنا کام پورا کیا ہو۔فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار اس کی جزا یہ ہے کہ اسے پورا اجر دیا جائے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔اے میرے فرشتوں! میرے بندوں اور باندیوں نے میرے اس فریضہ کو جوان کیلئے ذمہ لازم آتا تھا ادا کر دیا ہے۔پھر وہ (عیدگاہ کی طرف) نکلے دعا کیلئے پکارتے ہوئے اور مجھے اپنی عزت وجلال اور کرم اور بلندی اور بلند مرتبہ کی قسم میں ان کی دعا قبول کروں گا۔پس فرماتا ہے اے میرے بندو! لوٹ جاؤ میں نے تمہیں بخش دیا اور تمہاری بدیاں نیکیوں سے بدل دیں۔حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا کہ لوگ اس حال میں واپس لوٹتے ہیں کہ ان کی بخشش ہو چکی ہوتی ہے۔‘‘ (مشکوٰۃ شریف)

شوال میں ایامِ بیض کے روزے: علاوہ ازیں ماہِ شوال میں متذکرہ چھ روزوں کے علاوہ ۱۳، ۱۴، ۱۵ چاند کی تاریخوں (ایامِ بیض) میں اسی طرح روزے رکھے جا سکتے ہیں جیسا کہ دیگر مہینوں میں انہی ایام میں رکھتے ہیں۔اس حوالے سے صحاح ستّہ (بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ شریف) میں کئی روایات ملتی ہیں۔

مسلم مخالف وقف ترمیمی بل 2024 منظور

نئی دہلی: پارلیمنٹ کے لوک سبھا میں وقف ترمیمی بل 2024 منظور کر لیا گیا۔ حکمراں این ڈی اے نے وقف (ترمیمی) بل کو بدھ اور جمعرات کی درمیانی رات لوک سبھا میں تقریباً 12 گھنٹے پہلے شروع ہونے والی میراتھن بحث کے بعد واضح اکثریت کے ساتھ پاس کرنے میں کامیاب ہوا۔ اسپیکر اوم برلا نے بل کو منظور کرنے کے لیے صوتی ووٹ کا مطالبہ کیا اور جو ارکان اس کے حق میں تھے ان سے کہا کہ "ہاں" کہیں۔ حزب اختلاف نے ڈویژن ووٹ پر اصرار کیا، جہاں ممبران کو فراہم کردہ بٹنوں کے ذریعے اپنا ووٹ ڈالنے اور دستی طور پر اپنا ووٹ جمع کرانے کا اختیار تھا۔ اوم برلا نے بل کے حق میں 288 ووٹ اور مخالفت میں 232 ووٹوں کے طور پر نتائج کا اعلان کیا۔ اس سے پہلے کئی گھنٹوں تک پارلیمنٹ میں لمبی بحث جاری رہی۔ اپوزیشن کی جانب سے وقف بل کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔ اس معاملے پر حکمران بی جے پی کی زیرِ قیادت نیشنل ڈیموکریٹک الائنس (این ڈی اے) اور اپوزیشن کی انڈیا اتحاد کے بیچ اتفاق رائے نہیں ہو سکا۔ اخیر میں حتمی فیصلہ ایوان میں اکثریتی اعداد و شمار کی بنیاد پر کیا گیا۔

اس سے پہلے 2 اپریل 2025 بدھ کے روز لوک سبھا میں دس گھنٹوں سے زیادہ لمبی بحث چلتی رہی، مختلف ارکان پارلیمنٹ نے اپنی رائے کا اظہار کیا۔ اویسی سمیت اپوزیشن لیڈروں کی ترامیم مسترد کر دی گئیں۔

آیئے جانتے ہیں کہ کس کس نے کیا کہا!

جے پی سی سربراہ جگدمبیکا پال کا خطاب: ا۔ جے پی سی سربراہ جگدمبیکا پال نے اویسی کو وقف بل پر گھیرا۔ اویسی کے بولنے کے بعد وقف بل پر جے پی سی سربراہ اور رکن پارلیمنٹ جگدمبیکا پال نے بحث میں حصہ لیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ بل کافی غور و خوض کے بعد لایا گیا ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ اویسی نے وقف بل کو پھاڑ کر ایک غیر آئینی کام کیا۔

اسدالدین اویسی نے وقف بل کی مخالفت

اسد الدین اویسی نے پارلیمنٹ میں وقف بل کی مخالفت کی۔ انہوں نے کہا کہ یہ آرٹیکل 25 اور 26 کی خلاف ورزی ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ وقف بل مسلمانوں کے ساتھ ناانصافی ہے۔ بل پر بحث کے دوران اسد الدین اویسی نے کہا کہ اس کا مقصد مسلمانوں کی تذلیل کرنا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے کہا کہ میں گاندھی کی طرح وقف بل کو پھاڑ دوں گا۔ اویسی نے کہا، 'اگر آپ تاریخ پڑھیں تو جب افریقہ میں مہاتما گاندھی کے سامنے ایسا قانون پیش کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ میں اسے نہیں مانتا۔ انہوں نے اس قانون کو پھاڑ دیا تو میں گاندھی کی طرح اس قانون کو پھاڑ دوں گا۔ یہ غیر آئینی ہے۔

پارلیمانی امور کے وزیر کرن رججو نے کیا کہا؟

اس سے کافی دیر قبل پارلیمانی امور کے وزیر کرن رججو نے اس بل کے سلسلے میں بی جے پی کے لوک سبھا وہپس کے ساتھ میٹنگ کی ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس بل کی منظوری سے قبل سیاست بھی گرم ہوگئی ہے۔ وقف ترمیمی بل پر این ڈی اے کی اتحادی جے ڈی یو نے واضح طور پر کہا ہے کہ وہ وقف ترمیمی بل پر پارلیمنٹ میں موقف اختیار کرے گی، اس سے بل کی منظوری میں مشکلات پیدا ہوسکتی ہیں۔ مرکزی وزیر گری راج سنگھ نے کہا کہ اگر حکومت ہر بل پیش کرتی ہے تو وہ وقف بل بھی پیش کرے گی۔ کانگریس کو سمجھنا چاہیے کہ ایوان میں کوئی بھی بل ایسا نہیں آتا جو آئین کے خلاف ہو۔

کانگریس کا ردعمل :۔ وقف ترمیمی بل پر کانگریس کے رکن پارلیمنٹ رجنی پاٹل نے کہا کہ اگر یہ ہمارے لیے سازگار طریقے سے لایا جاتا ہے تو ہم اس کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ تاہم، اس میں ہمارے اراکین کی طرف سے جمع کرائی گئی تمام تبدیلیوں کو شامل کرنا ضروری ہے۔ کانگریس ایم پی رنجیت رنجن نے کہا کہ اس بل کو بحث کا حصہ بننے دیں اور اس میں بہت سی خامیاں ہیں۔ جب یہ جے پی سی میں گیا تو جو ترامیم ہونی چاہیے تھیں وہ نہیں ہوئیں۔ اس کے بجائے، مزید ترامیم کی گئیں اور یہ ملک کے کام کرنے کے طریقے کے مطابق نہیں ہے۔ جب اس پر بات ہوگی تب اس پر بات ہوگی ... یہ ملک کے سیکولرازم کے لیے یقیناً ٹھیک نہیں ہے۔

سماج وادی پارٹی کا موقف:۔

وقف (ترمیمی) بل پر سماج وادی پارٹی کے صدر

اکھلیش یادو نے کہا، ..."بی جے پی ہر جگہ مداخلت کرنا چاہتی ہے اور ہر چیز کو کنٹرول کرنا چاہتی ہے ... بی جے پی کسی کو کیا کہنے پر مجبور کر سکتی ہے اور کسی کو کیا کرنے پر مجبور کر سکتی ہے، یہ بی جے پی کا کمال ہے۔"ایس پی ایم پی آنند بھدوریا نے کہا، "سماج وادی پارٹی اور ہمارے لیڈر اکھلیش یادو پہلے دن سے ہی وقف ترمیمی بل کو ایوان میں پیش کرنے کی مخالفت کر رہے تھے، ہماری مخالفت کی وجہ سے یہ بل جے پی سی کے حوالے کر دیا گیا، حالانکہ (جے پی سی میں) تمام اپوزیشن اراکین کی ترامیم اور تجاویز کو قبول نہیں کیا گیا تھا۔

سماج وادی پارٹی سے ممبر پارلیمنٹ اقرا حسن نے کہا ہے کہ اس بل سے مسلم خواتین کو کچھ نہیں مل رہا ہے، بی جے پی حکومت صرف مسلم خواتین کا نام لے کر میڈیا کے ذریعہ غلط فہمیاں پیدا کر رہی ہے۔ یہ بل مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے نہیں بلکہ ان کی شناخت کو مٹانے کے لیے ہے۔اقرا حسن نے کہا کہ پہلے انہوں نے یو پی میں مسلمانوں کو نماز پڑھنے سے روکا اور پھر'... ایس پی ایم پی اقرا حسن نے کہا، "پہلے، اتر پردیش میں مسلمانوں پر نماز پڑھنے پر پابندی لگائی گئی اور پھر یہ بل تحفہ کے طور پر لایا گیا، عید کے موقع پر ایک بیوہ اپنی بیٹی کے ساتھ آئی، اس نے مجھے بتایا کہ وہ ایک وقف جائیداد میں رہتی ہے، اسے اتنی فکر تھی کہ کہیں اس غریب عورت سے اس کی یہ رہنے کے لیے جو چھت ہے وہ چھین نہ لی جائے۔ وہ اکیلی ایسی خاتون نہیں ہیں ایسی لاکھوں خواتین ہیں جو وقف جائیداد سے اپنا کاروبار چلا رہی ہیں۔"ایس پی ایم پی اقرا حسن نے کہا کہ "لاکھوں لوگ ہیں جو وقف املاک سے اپنا کاروبار چلا رہے ہیں۔

اس پر عمل درآمد کرنے سے لاکھوں وقف املاک اپنی حیثیت کھو دیں گی اور لاکھوں لوگ سڑکوں پر آ جائیں گے۔ وقف یوزر کیا ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی جائیداد خود کار طریقے سے دین اور بھلائی کے کاموں کے لیے استعمال ہو رہی ہے تو وہ بھارت کے لیے بھی قابل قبول ہو جائے گی اور عدالتوں نے بھی اس بات کو تسلیم کیا ہے" اقرا حسن نے وضاحت کی کہ قانون کے پاس ہونے کے بعد وقف کا کیا نقصان ہوگا، ایس پی ایم پی اقرا حسن نے کہا، "وقف یوزر کے لیے ایک خاص تحفہ نہیں ہے، بلکہ دیگر مذہبی ٹرسٹوں کو بھی بغیر کسی دستاویز کے روایت اور استعمال کی بنیاد پر کسی جگہ کے مذہبی کردار کی تصدیق کرنے کا حق ہے۔ مذہبی ٹرسٹوں کو یہ

سہولت جاری رہے گی یہ ہندوستانی آئین کے آرٹیکل 14 اور 15 کی براہ راست خلاف ورزی ہے۔

ٹی ڈی پی کا بیان :۔ تیلگو دیشم پارٹی (ٹی ڈی پی) کے قومی ترجمان پریم کمار جین نے کہا، چندرا بابو نائیڈو پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ ہم مسلم کمیونٹی کے مفادات کے لیے کام کریں گے۔ بل کل پیش کیا جائے گا، اس کے بعد ہی ہم اس پر تبصرہ کریں گے۔"

جے ڈی یو نے کیا کہا؟ وقف بورڈ ترمیمی بل کے بارے میں، جے ڈی یو کے ذرائع نے کہا ہے کہ ہم نے وقف بل کے بارے میں اپنی تشویش جے پی سی میں اٹھائی تھی اور امید ہے کہ اسے شامل کیا جائے گا۔ وقف بل میں اس سے قبل بھی ترامیم ہو چکی ہیں۔ جے ڈی یو کی پالیسی یہ ہے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک دوسرے سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

لوک سبھا پارٹیوں کی نمائندگی:۔ لوک سبھا میں 542 ممبران ہیں اور بی جے پی 240 ممبران کے ساتھ سب سے بڑی پارٹی ہے۔ این ڈی اے کی کل تعداد 293 ہے جو بل کو منظور کرنے کے لیے درکار 272 سے کہیں زیادہ ہے۔ انڈیا بلاک میں شامل تمام جماعتوں کی مشترکہ طاقت صرف 233 تک پہنچتی ہے۔ کچھ لوگ جیسے آزاد سماج پارٹی کے رکن پارلیمنٹ چندر شیکھر، شرومنی اکالی دل کی ہرسمرت کور بادل دونوں اتحاد میں شامل نہیں ہیں۔ کچھ آزاد ارکان اسمبلی ایسے بھی ہیں جو کھل کر کسی اتحاد کے ساتھ نہیں ہیں۔

وقف ترمیمی بل کے خلاف احتجاج:۔ وقف بل کے خلاف بھارتی مسلمانوں نے متحدہ طور پر ملک بھر میں احتجاج منظّم کیا۔ کرناٹک کے وزراء اور ان کے حامیوں نے مجوزہ وقف ترمیمی بل 2024 کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے پیر کو بازوؤں پر سیاہ پٹیاں باندھ کر عیدالفطر کی نماز ادا کی۔ قبل ازیں مسلم پرسنل لا بورڈ نے ملک بھر کے مسلمانوں سے جمعۃ الوداع اور عیدالفطر کی نماز کے موقع پر بازوؤں پر سیاہ پٹی باندھ کر وقف ترمیمی بل کے خلاف خاموش احتجاج کرنے کی اپیل کی تھی۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی جانب سے وقف ترمیمی بل کے خلاف احتجاج کیا گیا۔ بہار سے حکومت مخالف احتجاج کا آغاز کیا گیا۔ تمام سیاسی جماعتوں کو بھی حمایت کے لیے مدعو کیا گیا ہے۔ راجدھانی پٹنہ کے گردنی باغ میں بل کے خلاف رہنماؤں اور سماجی کارکن اس بل کی مخالفت میں جمع ہوئے اور وقف بل کے خلاف آواز بلند کی۔

SADA-E-SHUJAIYA

Urdu Monthly Magazine, Hyderabad

RNI : TELURD/2019/77738

Rs. 20/-

Editor, Printer & Owned by Syed Mohammed Ibrahim Hussaini
Printed At : Aijaz Printing Press, Diwan Dewdi, Chatta Bazar, Hyd-500002, T.S.
Published at : H.No. 22-5-918/15/A, Charminar, Hyderabad - 500002, Telangana

www.shujaiya.com | 040-66171244